بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

زندگی کا ایک عظیم سرمایہ

نہج البلاغہ کے درس

تالیف : جواد محدثی

مترجم : سید مجاہد حسین عالی نقوی

تصحیح : ڈاکٹر حیدر رضا ضابط

محدثی ، جواد، ۱۳۳۱ ـ [گہرعمر ، اردو]
زندگی کا ایک عظیم سرمایہ: نہج البلاغہ کے درس/جواد محدثی؛ مترجم/سید مجاہد حسین عالی نقوی ـ
مشہد: بنیاد پژوہشہای اسلامی، ۱۳۹۲ . ۸۸ص . فیپا .
ISBN; 978-964-971-759-3
۱. علی بن ابیطالب (ع)، امام اول، ۲۳ قبل از ہجرت ـ ۴۰ق. نہج البلاغہ ـ راہ ورسم زندگی
۲. کیفیت زندگی ـ جنبہ ہای مذہبی ـ اسلام. الف. نقوی، سید مجاہد حسین، مترجم. ب. علی بن ابیطالب (ع)
امام اول، ۲۳ قبل از ہجرت ـ ۴۰ق. نہج البلاغہ. برگزیدہ . ج. بنیاد پژوہش ہای اسلامی. د. عنوان .
۳۰۴۶۱۳۹۲ م ۹ گ/۳۸/۰۹ BP کتابخانہ ملی جمہوری اسلامی ایران. ۲۹۷/۹۵۱۵ ـ ۳۳۷۳۵۲۲

زندگی کا ایک عظیم سرمایہ

جواد محدثی

مترجم: سید مجاہد حسین عالی نقوی

تصحیح: ڈاکٹر حیدر رضا ضابط

طبع اول ۱۳۹۳ ہجری شمسی/تعداد، ۲۰۰۰/قیمت، ۳۲۰۰۰ ریال

مطبع: مؤسسہ چاپ وانتشارات آستان قدس رضوی

بنیاد پژوہشہای اسلامی؛ صندوق پستی ۳۶۶ـ۹۱۷۳۵

info @ islamic-rf.ir www.islamic-rf.ir

حق چھاپ محفوظ ہے

فہرست

کلام ناشر	۷
مقدمہ	۱۱
سرمایہ بنام ''زندگی''	۱۵
جوانی بہار، بڑھاپا خزاں	۱۹
زمان شناسی	۲۷
آرزوہائے دورودراز	۳۳
زندگی اور وقت کا بہترین استعمال	۳۹
نظم ومنصوبہ بندی	۴۱
تجربات سے استفادہ	۴۱
بُرے لوگوں کی دوستی سے پرہیز	۴۴

محاسبہ	۴۷
آفات وخطرات	۵۱
سستی اور کاہلی	۵۱
راہ گم کرنا	۵۲
کھیل وتفریح	۵۳
سرمستی	۵۵
ضائع شدہ لمحات	۵۷
ناگہاں خطرہ	۶۳
زادراہ	۷۱
نصیحت آخر...	۷۹

کلام ناشر

نہج البلاغہ کو بلا شک وشبہ گوہراور موتیوں سے پُر دریا وسمندر سے تشبیہ دی جا سکتی ہے۔جس قدر اس میں غوطہ زن ہو اسی قدر اس سے وہ درس حاصل ہوتے ہیں جو کہ زندگی کو سنوارنے کے لئےضروری ہیں اور بہت زیادہ حکمتیں دریافت ہوتی ہیں ۔ اسی خاطر اہل علم چودہ صدیوں سے نہج البلاغہ سے درس حاصل کر رہے ہیں اور امیر المومنین علی علیہ السلام کے کلام سے کسب معرفت کرتے ہوئے اور آپؑ کے تابناک سخن کی شرح میں کتابیں لکھیں ہیں۔

حضرت علی علیہ السلام کا کلام،نظر و عقلی مباحث کے میدان میں بہت مفید اور راہنما ہے، چاہےمسائل عینی کے میدان میں ہو یا انسانی زندگی سے متعلق ہو۔

نہج البلاغہ وہ کتاب ہے جومختلف موضوعات اور عملی میدان میں مشکلات کو دُور کرتی ہے ۔ کلام کے یہ نمونے ، آنخضرتؑ کی روح بلند اور بےنظیر شخصیّت کی دلیل ہیں ۔ اور آپؑ وہ بزرگ پیشوا ہیں کہ آپؑ کے بارے میں ، رسول

خداصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے :

انا مدینة العلم و علی بابھا(۱)

چہ گفت آن خداوندتنزیل ووحی   خدا وند امر و خدا وند نہی

کہ من شہرعلمم وعلیّم در است   درست این سخن قول پیغمبرؐ است (۲)

جیسا کہ خودامیرالمومنین علی علیہ السلام نے فرمایاہے:

علّمنی رسولؐ الله الف باب کل باب فتح الف باب (۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے علم کے ہزار باب تعلیم فرمائے اور میں نے ہرایک باب سے علم کے ہزار باب نکالے ہیں۔

اسلامی ریسرچ فاؤنڈیشن آستان قدس رضوی نے ،اس بزرگ راہ میں اگرچہ بہت چھوٹاقدم اُٹھایاہے اورکلام اورشخصیّت علی علیہ السلام کی پہچان اورزندگی ساز دروس کے معارف جونہج البلاغہ سے الہام لئے گئے ہیں اس پریقین رکھتے ہوئے امیرالمومنین علی علیہ السلام کانورانی کلام، جوکہ مسلمانوں کے لئے معاشرتی اور معیشت کااعلیٰ نمونہ بالخصوص نسل جوان کے لئے ہے۔اس وجہ سے ان دروس کو قلم رواں کے ساتھ پیش کرنا،ترویج کرنااور بہتر ہے کہ کہاجائے کہ یہ

۱۔المستدرک علی الصحیحین ۳/۱۳۷

۲۔شاہنامہ فردوسی، چھاپ ماسکو(روس) میں شائع شدہ،تصحیح ڈاکٹرسعیدحمیدیان ۱/۱۸۔

۳۔ بصائرالدرجات ۳۲۳

مشعل راہ اور فروغ زندگی ہے۔ حجج اسلام آقایان محمد جواد نظافت و جواد محدثی نے اس سلسلے کے دروس سے متعلق، تحقیق و تالیف میں ہمت باندھی ہے، کا تہہ دل سے ممنون ہیں، کہ اس قدم واقدام سے، آج کی نسل جوان، زیادہ سے زیادہ معارف اہل بیت علیہم السلام اور کتاب جاودان ''نہج البلاغہ'' سے آشنائی حاصل کریں۔

۱۳/رجب ۱۴۲۵، ۹ شہریور ۱۳۸۳

اسلامک ریسرچ فاؤنڈیشن

آستان قدس رضوی

مقدمہ

زمانے اور شب و روز کے گذرنے سے عمر اور فرصت کم ہونے لگتی ہے، لیکن یہ حالت جو روشن ترین حقیقت ہے، سے سب سے زیادہ غفلت برتی جاتی ہے، اسی کوتاہی کی وجہ سے انسانوں کے سرمایہ حیات کو بہت زیادہ نقصانات سے دوچار ہونا پڑ رہا ہے۔

فرصت کو غنیمت سمجھنا اہم ترین اشخاص کی نصیحت رہی ہے، جس سے انسان راہِ کمال، خودسازی اور کامیابی کی راہ پر گامزن ہوسکتا ہے اور یہ نصیحت، دینی اور اَدبی آثار میں کثرت سے موجود ہے۔ اس سلسلے میں پروین اعتصامی کا شعر ہے

گہر وقت بدین خیرگی از دست مدہ   آخر این دُرِّ گرانمایہ بہائی دارد

تمام انسان اپنی کامیابی اور پیشرفت کو، اور زندگی کے بہترین لمحات کو فرصتوں کی قدرشناسی اور بہرہ مندی سے جانتے ہیں، جو اُن کی عمر میں جلدی آ کر گذر جاتے ہیں اور سرمایہ حیات کو فائدہ پہنچانے کے لئے جو وقت اور لمحات ہاتھ سے جا چکے

ہیں اُن سے عبرت لینا، جو ساعتوں، دنوں، مہینوں کا ہوشیاری اور دقیق انداز سے حساب کرتے ہیں اور ان کے معنی ومفہوم و قیمت اور اعتبار کو بخوبی جانتے ہیں اور اپنے محاسبات کے جدول میں، اہم ترین فرصتوں کے لئے خصوصی باب کھولتے ہیں تا کہ اس سرمایہ کو فائدہ میں تبدیل کریں اور وہ عمر میں شکست کھانے والے نہ بنیں۔

نہج البلاغہ میں امام علی علیہ السلام کے حکمت آمیز نصائح میدان عمل میں، غنی ترین اور راہ گشا ترین عملی دروس ہیں۔

بہتر یہ ہے کہ کلام علی علیہ السلام کے نزدیک عاجزی وانکساری سے بیٹھیں اور اپنے دل کے دروازوں کو مولا علی علیہ السلام کی روایتوں کے لئے کھول کر رکھیں۔

امیر المومنین علی علیہ السلام کے حکیمانہ خطبوں ومراسلوں اور مختصر فرمودات میں درخشاں گوہر بہت زیادہ ہیں۔

اس کتاب میں اُنہی کے بارے میں ذکر کیا گیا ہے بلکہ اُن نورانی کلمات کو، محور بحث قرار دیا گیا ہے، جس میں فرصت کو غنیمت شمار کیا گیا ہے جو حیاتِ انسانی کے لئے فائدہ مند ہے۔

اس اُمید کے ساتھ کہ اس پیشوا الٰہی کا نورانی کلام، ہماری زندگی اور دل کو روشنائی بخشے، مشکل کشا راہ اور ہماری کوششوں کا سرمایہ بن جائے۔

یاددھانی کے لئے:

۱۔اس کام کی بنیاد یہ ہے کہ اس کتاب کوخلاصہ بیان کیا جائے ، اسی وجہ سے امیر المومنین علی علیہ السلام کے بہت سے کلمات سے چشم پوشی کی گئی ہے۔

۲۔اس بیان شدہ دلیل کی بنا پر کہ یہ کتاب طولانی نہ ہوجائے ،بعض کلمات امیر المومنین علی علیہ السلام کومتن میں لایا گیا ہے۔اور بعض کو حاشیہ میں اور بہت سے موارد کا فقط ترجمہ پیش کیا گیا ہے تا کہ مخاطبین اس کتاب سے آسانی سے ارتباط برقرار کریں۔

۳۔کیونکہ مقصد،تعلیماتِ نہج البلاغہ سے زیادہ آشنائی حاصل کرنا ہے اسی خاطر کلمات حضرت علی علیہ السلام جو دوسرے منابع حدیث میں موجود ہیں اس کتاب میں ذکر کیا گیا ہے۔

۴۔ حاشیہ میں خطبوں، مراسلوں اور کلمات قصار کے لئے جو اعداد ذکر ہوئے ہیں یہ ''صبحی صالح'' کی جانب سے ترجمہ شدہ نہج البلاغہ کی اساس پر ہے جو فیض الاسلام کی ترجمہ شدہ نہج البلاغہ کے اعداد سے مختلف ہیں۔

جواد محدثی۔بہار ۱۳۸۳ ھ.ش

سرمایہ بنام ''زندگی''

زندگی سے فائدہ حاصل کرنے کی پہلی شرط یہ ہے کہ اس کو ایک سرمایہ جانیں سرمایہ سے کام لیتے ہوئے اور اس میں اضافہ بھی کر سکتے ہیں، اور اس کے منافع سے بہرہ مند ہو سکتے ہیں ۔لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ لوگ اس سے دو چار زیان اور نقصان بھی ہوں۔

منافع یا خسارہ دریافت کرنا، اس کے کئی عوامل ہو سکتے ہیں۔سرمایہ کے ساتھ کام کرنے کا طریقہ یا تجربہ یا سنجیدہ پن کا ہونا ان عوامل میں سے ایک ہے۔اور چھوٹی سی غفلت، اس سرمایہ سے فائدہ مند ہونے کی بجائے، ضرر و نقصان میں تبدیل ہو سکتی ہے۔

چاہے وہ افراد ہوں یا معاشرہ، وہ اس وقت خوش بخت بنیں گے، جب وہ زندگی اور مواقع سے صحیح استفادہ کریں اور اس وسیلہ سے اُسے وسعت دیں اور کار آمد اور فائدہ بخش بنائیں۔

حضرت علی علیہ السلام جب بھی منبر پر جاتے اس سے پہلے کہ خطبہ کا آغاز کریں حاضرین کو اس طرح متنبّہ کرتے تھے:

ایّھاالناس !اتّقو االلّٰه،فَما خُلِقَ امُرُہ عَبثا فَیلھُوَ وَ لَا تُرِکَ سُدَّی فَیَلُغُو(۱)

اے لوگو! اللہ تعالی سے ڈرو، کوئی بھی عبث اور بیہودہ خلق نہیں ہوا کہ وہ کھیل کود میں لگ جائے اور اس کو اپنے حال پر نہیں چھوڑ دیا گیا ہے کہ وہ لغو و بیہودگی میں مبتلا رہے۔

شب و روز تدریجاً اس سرمایۂ زندگی کو ہم سے لیا جا رہا ہے اور ہم ہر لحظہ، اور ہر حال اپنی عمر سے ایک حصّہ دے رہے ہیں، لازمی ہے کہ ہم یہ دیکھیں جو ہم اپنے ہاتھوں سے دے رہے ہیں اس کے بدلے کیا حاصل کر رہے ہیں؟

امام علی علیہ السلام نے فرمایا: **لَا یُعَمَّر مُعَمَّر مِنکم یوماً مِن عُمُرہ الّا بِھَدمِ آ خَرَمِن اَجَلِه**(۲)

جس نے بھی تم میں سے زندگی پائی ہو۔اس میں ہر آنے والا لمحہ کمی کر رہا ہے اور بالآخر ایک دن اپنی اَجل سے اس کو ویران کرے گا۔

۱۔نہج البلاغہ صبحی صالح حکمت ۳۷۰۔

۲۔نہج البلاغہ خطبہ ۱۴۵۔

ہر سانس منزلِ آخر کے قریب کر رہا ہے اور وہ دن آ جائے گا جب یہ سرمایہ صفر ہو جائے گا۔

اگر عمر ایک سرمایہ ہے تو اس کو لازمی طور پر فائدہ مند بنائیں اور فائدہ پہنچانے والا بنائیں اور فقط اس کو خرچ کرنا دُرست نہیں ہے زندگی مسلسل حرکت کر رہی ہے اور جسم اُس کی سواری ہے اور لازمی ہے اپنے مقصد تک پہنچنے کے لئے کام لیا جائے یہ فرصت اور امکانات اگر روح کی بلندی کے لئے زینہ بن سکیں تو ہم ناکام نہیں

امام علی علیہ السلام نے فرمایا:

خُذُوا مِن اَجسَادِکُم فَجُودُوا بِھَا علیٰ اَنفُسِکُم وَلَا تبخَلُوا بِھَا(۱)

اپنے جسم وتن سے قوت حاصل کر کے اس کو اپنی روح کے لئے خرچ کرو۔ اپنے جسم کو جان کے لئے خرچ کرنے کے بارے میں بخل سے کام نہ لیں۔

یہ صحیح ہے کہ ہر کوئی اپنی فکر میں ہے لیکن کوئی فقط اپنے جسم کی فکر کرتا ہے تو دوسرا روح کے بارے میں، ایک جسم کو اصلی جانتا ہے، تو دوسرا روح کو دیکھنا یہ ہے کون سی چیز اہم تر ہے!

زندگی گذارنے کے بعد جو بڑی حسرت رہتی ہے، وہ یہ ہے کہ کیوں اپنے اوقات کو غیر مناسب جگہ صرف کیا اور وہاں پر خرچ کیا ہے جس کی کوئی قیمت نہ

۱۔ نہج البلاغہ خطبہ ۱۸۳۔

تھی۔ یہ مثال ایسی ہے کہ سرمایہ کو وہاں خرچ کیا ہو جہاں سے کوئی استفادہ نہ کیا ہو بلکہ ضرر کیا ہو۔

امیر المومنین علی علیہ السلام، نصیحت آموز الفاظ میں کسی کی حالت بیان فرماتے ہیں: وہ دُنیا سے جدا ہوتے وقت، جب خواب غفلت سے بیدار ہوتے ہیں لیکن یہ کون سا وقت ہے؟ جب قوت تحلیل ہو جاتی ہے! امانتیں لے لی جاتی ہیں اور فرشتہ موت آجاتا ہے، کوئی حرف کہنے کی بھی قوت نہیں رہتی، اپنے خاندان کے درمیان اور بچوں کو جبکہ وہ دیکھتا اور سنتا ہے لیکن ان سے کوئی کام نہیں لے سکتا اور سوچتا ہے کہ عمر کو کس طرح صرف کیا اور روزگار کو کس راستے میں گذارا۔۔۔؟

يُفكّرُ فِيمَ اَفنىٰ عُمرَهُ و فِيمَ اَذهَبَ دَهرَه!(۱)

اگر سرمایۂ عمر، صرف ہوا پرستی بن جائے تو زندگی کے بازار سے انسان کے نصیب میں کیا آیا؟ کچھ بھی نہیں!

ای تہید ست رفتہ در بازار ترسمت پُر نیاوری دستار

۱۔ نہج البلاغہ خطبہ ۱۰۹۔

جوانی بہار، بڑھاپا خزاں

اپنی عمر کو سال کے چار موسموں کی طرح جانیں، تو بیشک جوانی بہار کی مانند اور بڑھاپا موسم خزاں کی طرح ہے۔ بہار کی عمر ہمیشہ چھوٹی ہوتی ہے۔ درختوں اور پودوں وغیرہ کی شادابی، بہت تیزی کے ساتھ، موسم خزاں کی طرح سے پتوں کے گرنے کی وجہ سے اپنی طراوت اور آب و رنگ کھو دیتے ہیں۔

عمر تیزی سے گذر رہی ہے، فرصت کے لمحات جلدی گذر رہے ہیں جسمانی قوت میں ضعف پیدا ہو رہا ہے اس رہ گذر پر وہ کامیاب ہے، جو جوانی اور وقت دے کر قابل قدر اور فائدہ مند چیزیں حاصل کرے، اور اُس کا باغ زندگی پُر ثمر بنے۔

نہج البلاغہ میں، جلدی سے گذرنے والے لحظاتِ عمر، اس طریقے سے واضح کئے گئے ہیں :

مَا اَسرَعَ السّاعاتِ فِی الیومِ وَاَسرَعَ الایّامَ فِی الشّهرِ وَاَسرَعَ

الشُّهُور فِی السنةِ و اَسرع السِّنِین فِی الْعُمر(۱)

دن کی گھڑیاں کتنی تیزی میں ہیں اور کس سرعت سے گذر رہی ہیں دن، مہینے اور سال گویا پرواز کرر ہے ہیں! اور عمر کے سال گویا دوڑ رہے ہیں!

امام علی علیہ السلام نے فرمایا:

ا لفُرصَةُ تَمُرُّمَرَّ السَّحابِ فَانَتهِزُوا فُرَصَ الُخَیر(۲)

فرصت کے لمحات بادلوں کی مانند گذر جاتے ہیں، پس جو گھڑیاں اور فرصت ملے، اُن کو غنیمت جانیں۔

فطرت کے نظام میں ہم تبدیلی نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے کائنات کا نظام مرتب کیا ہے جو آغاز سے انجام تک جاری ہے اور لازمی ہے اسی سنت اور قانون پر توجہ دیتے ہوئے پروگرام کو مرتب کیا جائے اور فرصتوں اور مہلتوں سے استفادہ استفادہ کیا جائے اس سے پہلے کہ حسرت اور افسوس سے ہاتھ ملیں ، بالیقین جو بھی اپنی عمر کو غفلت سے گذارتا ہے تو اُس کو زندگی کے اختتام پر سوائے پشیمانی و حسرتوں اور غم کے کچھ اور حاصل نہ ہوگا اور یہ روشن و واضح ہے کہ آخری حسرت (زندگی کا آخری حصّہ) ہرگز گذشتہ عمر کے خسارے کی تلافی نہ کر سکے گی!

۱۔ نہج البلاغہ صبحی صالح خطبہ ۱۸۸

۲۔ نہج البلاغہ حکمت ۲۱

امام علی علیہ السلام نے فرمایا: فرصت کو غنیمت سمجھیں اس سے پہلے کہ غم والم تمہارا حاصل زندگی بن جائے(۱) آپ علیہ السلام نے فرمایا:

حسرت وافسوس ہر اُس غافل کے حصے میں ہے کہ جس کی عمر اُس کے خلاف حجت وگواہی بن جائے اور اُس کی زندگی کے ایام، اس کو شقاوت اور بدبختی تک پہنچادیں(۲)

جس قدر خودآ گاہی انسان کی زندگی میں بیشتر ہوگی، اُتنا ہی وہ انسان خلقت کے فلسفہ سے آ گاہ تر ہوگا، پھر وہ اس زندگی کے لحظے لحظے سے بیشتر بہرہ مند ہوگا اور اس سرمایہ کو مفت اپنے پاس سے جانے نہ دے گا۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: اللہ کے بندو! جان لو کہ اللہ تعالی نے تمہیں بیہودہ خلق نہیں کیا نہ ہی فضول و بے حساب زندگی گذارنے کے لئے چھوڑ دیا(۳)

افسوس! اُس انسان پر جس کی آنکھ اُس وقت کھلے جب خزاں آ چکی ہو اور زندگی کے لمحات گنے جا چکے ہوں۔ نہ تاب وتوانائی باقی ہو اور نہ وقت مہلت دے، محض

۱۔بادر الفرصة قبل ان تکون غصة(نامہ ۳۱)

۲۔فیا لها حسرة علی کل ذی غفلة ان یکون عمره علیه حجةو ان تؤدیه ایّامه الی الشقوة(خطبہ۶۴)

۳۔واعلموا عباد الله انه لم یخلقکم عبثا و لم یرسلکم هملا (خطبہ۱۹۵)

حسرت کے لحات ہوں کہ کیا کرنا تھا مگر کیوں زندگی کو ضائع کر دیا مگر اب پچھتاوے سے کچھ حاصل نہیں اور اُس وقت، میں نے کسی سے نہیں پوچھا،

نہ کسی نے بھی کہا،

نوجوانی گذار دی کھیل کود، فرصت اور نشاط میں

غافل رہا نیک و بد و موت و حیات سے

اُس کے بعد بھی میں نہ سمجھا

کہ کس چیز میں عمر گذری

زندگی کھیل کود میں گذار دی کچھ حاصل نہ کیا

کیا کیا، خود اپنے ہاتھ سے مفت دے دیا

نہ میں سمجھا اور کسی نے بھی مجھے نہ سمجھایا

قدرت عہد شباب

اگر چاہتا تو مجھے نزدیک خدا لے جاتا

لیکن بیہودہ جوانی تلف ہوگئی، ہیہات ۔۔۔۔(۱)

اس حقیقت پسندیدہ اور درس آموز نصیحت پر توجہ دیں کہ عمر اور دنیاوی فرصت گذر رہی ہے اور تیزی سے آخرت کے نزدیک ہو رہے ہیں روزگار کے پنجے

۱۔ نسرین (نسل نو، شمارہ ۸۔ص ۴۷)

پھاڑ کھانے کے لئے آمادہ ہیں۔

عمر تو غارت ہوگئی، اور اس کی زندگی کو چبا جانے کے لئے حوادث منہ کھولے ہوئے ہیں۔ پس یہ سب سبب بن سکتا ہے کہ انسان بیدار ہو جائے اس سے پہلے کہ خزاں عمر پہنچ جائے۔ بہار جوانی میں جدو جہد کریں۔ اور اپنی آخرت کے لئے توشہ وذخیرہ فراہم کریں (۱)

امام علی علیہ السلام نے اپنے طولانی خط میں اپنے بیٹے امام حسن علیہ السلام کو لکھا ہے اور اپنے گراں قیمت تجربے اور واقعات اُن کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ از جملہ اس طرح تحریر کرتے ہیں: میرے بیٹے! جو چیز مجھ پر روشن ہوئی ہے اور میں نے جان لیا ہے کہ دُنیا نے میری جانب پشت کر لی ہے اور چہرے کو پھیر لیا ہے اور روزگار مجھ پر بھاری ہوگیا۔ آخرت میرے نزدک آچکی ہے۔ مجھے روک رکھا ہے کہ میں کچھ اور کروں ، میں اپنے ماضی کے بارے میں جب غور وفکر کرتا ہوں تو فقط میرا اپنا فکر واندیشہ ہی کافی ہے۔ گذرتی ہوئی عمر نے مجھے فکرِ ہوا پرستی سے روکا ہوا ہے اور میری حالت کو مجھ پر عیاں کر رکھا ہے، اس وجہ نے مجھے سنجیدہ بنا رکھا ہے کہ اس میں کھیل کود نہیں اور یہ ایسی حقیقت ہے کہ اس میں جھوٹ کی آمیزش نہیں ہے۔۔۔(۱)

۱۔ نہج البلاغہ، نامہ ۳۱ (فان فیما تبیّنت من ادبار الدنیا۔۔۔)

خوش نصیب ہیں وہ کہ جس نے بھر پور جوانی کواپنے آخرت کی ذخیرہ سازی کے لئے وسیلہ قرار دیا ہے اور جب تک فرصت باقی ہے اس سرائے فانی سے جہان باقی کے لئے سامان اکٹھا کر رکھا ہے۔ سعدی نے کتنی خوبصورتی سے ان پسندیدہ حکمتوں کی جانب اشارہ کر رکھا ہے:

خوش است عمر، دریغا کہ جاودانی نیست

پس اعتماد براین پنج روز فانی نیست

گلی است خرم وخندان وتازہ وخوشبوی

ولیک اُمید ثباتش چنان کہ دانی نیست

دل ای رفیق، دراین کاروانسرای مبند

کہ خانہ ساختن، آئین کاروانی نیست

کیا تاریخ انسانی میں اس کے علاوہ کوئی اور واقعیت ہے۔

ہر کہ آمد عمارتی نو ساخت رفت ومنزل بہ دیگری پرداخت

ترجمہ: زندگی بہت خوب ہے مگر افسوس جاویداں نہیں۔ پس پانچ دن کی فانی دُنیا پر اعتماد نہیں ہے۔ پھول ایسا ہے جو کہ شاد وخندان اور تازہ وخشبودار ہے، لیکن جانتے ہیں اس کو ثبات نہیں ہے۔ اے دوست اس مسافر خانے سے دل نہ لگا ، اس میں گھر بنانا، کاروان کا قانون نہیں ہے۔

جو بھی آیا اُس نے نئی عمارت بنائی اور چلا گیا، پھر اُس منزل میں دوسرے آ کر مقیم ہو گئے۔

زمان شناسی

ہر کام کے لئے وقت مقرر ہے۔اور کنٹرول وقت کے ہاتھ میں ہے،لہذا تمام اُمور کو موقع اور محل کے اعتبار سے انجام دینا چاہئے،نہ قبل از وقت اور نہ ہی تاخیر سے۔اس میں ضروری ہے کہ غور وفکر کیا جائے اور کبھی جلدی کی جائے تا کہ ایک وقت کام کیلئے مناسب مہیا ہو جائے اور یہ بھی ممکن ہے کسی کام کیلئے عجلت کرنے سے اچھا نتیجہ حاصل نہیں ہوتا۔

اور کبھی عجلت بیجا اور کبھی طلائی فرصت ہاتھ سے نکل جانے سے اور آج کل کرنے سے، بہ تعبیر روایات افسوس کا باعث بنتا ہے کہ زمانِ مناسب ضائع ہو گیا۔

حضرت علی علیہ السلام کی بار بار تاکید ہے کہ اُمور کی انجام دہی کے لئے جلدی اور تیزی کی جائے کیونکہ کاموں میں نقشِ زمان،اہمیت کا درجہ رکھتا ہے،یہ ایک اشارہ ہے کہ انسان حوادث کہ نسبت،موت واجل کے آجانے سے،توبہ کا وقت

ہاتھ سے نکل جانے سے، قیامت کے آجانے سے، دشمن کا غلبہ جو میدان میں آمنے سامنے ہوتا ہے، تمام مواقع پر غفلت نہ برتے، ان کلمات میں دعوت کا مرکز تقوی اور ذخیرہ سازی ہے جو قیامت کے لئے ہو، فرماتے ہیں: عمل قبول کئے جاتے ہیں یہاں تک کہ اُوپر جائیں، یہاں تک کہ توبہ فائدہ دے اور دُعا سنی جائے فرصت کو غنیمت سمجھو ابھی اعمال کا دفتر کھلا ہے، عمل کریں اعمال کی جانب جلدی کریں، آگے بڑھیں، وہ عمر کو زیروزبر کرنے والا ہے، مرض کو روکنے والا ہے اور موت کو لے جانے والا ہے(۱)

یعنی خصوصیت عمر یہ ہے کہ حالات میں اُونچ نیچ ہو جاتی ہے۔ مرض و بیماری، عمل اور کوشش میں رکاوٹ ڈال دیتے ہیں اور پھر موت انسان سے میدان عمل لے لیتی ہے. پس اس سے پہلے کہ یہ میدان عمل خالی کرنا پڑے لازمی ہے انسان زمان شناس بنے اور مفید کاموں کو بروقت اور مناسب موقع پر انجام دے۔

قیامت کے لئے آمادہ ہونے، تیاری کرنے اور اَجل کی جانب سبقت کے بارے میں امیرالمومنین علی علیہ السلام کے ایک اور کلام میں بھی ذکر ہے(۲) اسی عملی آمادگی کی دعوت کے لئے اور مناسب وقت کی تلاش و کوشش کرنا، درحقیقت

۱۔فاعملوا و العمل یرفع و التوبة تنفع والدعا یسمع ۔۔۔(نہج البلاغہ،خطبہ۲۳۰)

۲۔بادروالمعاد و سابقوا الآجال(نیز۔خطبہ۱۸۳)

غفلت سے دُور رہنا ہے۔

آپؑ نے یہ بھی فرمایا: اپنی آخرت کی منزلوں کی جانب تیز چلو، جن گھروں کا تمہیں حکم دیا گیا ہے اُن کو آباد کرلو(۱)

یعنی آخرت کے گھر کی آباد سازی، اِسی دُنیا میں اس کام کا آغاز کیا جائے۔ آخرت کے گھروں اور بہشتی محلوں کا ساز و سامان، عمل صالح سے ہے جو کہ اِسی دُنیا میں انجام دینے سے فراہم کیا جائے اور اگر کسی نے اس سے غفلت برتی، تو پھر عمل کے لئے وقت کا پلٹ کر آنا ممکن نہیں ہے ؎

برگ عیشی بہ گور خویش فرست کس نیارد زپس، تو پیش فرست (۲)

اب زندگی کے کس حصّے میں خودسازی اور تہذیب نفس کرنا ضروری ہے۔ اور کس زمانے میں بچوں کی تربیت کرنا ضروری ہے۔ اور تحصیل علم کا کون سا زمانہ مناسب ہے؟ یہ سب اُمور موقع اور وقت کی مناسبت سے متعلق ہیں۔

خود آنحضرتؑ نے اپنے فرزند امام حسن علیہ السلام کو جو مفصل نامہ لکھا ہے، اس حکیمانہ وصیت نامے کو محفوظ رکھنے کی وجہ کو یوں بیاں کیا ہے: جب میں نے دیکھا کہ اب میری عمر زیادہ ہوگئی ہے اور یہ ختم ہونے کے قریب ہے

۱۔فسابقوا رحمکم الله الی منازلکم التی أمرتم ان تعمروھا(نیز۔خطبہ۱۸۸)

۲۔سعدی

تو اس وصیت کو جو خصوصیات سے بھری ہوئی ہے تمھارے لئے لکھتا ہوں۔ اِس سے پہلے کہ میری اَجل آپہنچے اور میرے لئے غور وفکر کے لمحات ختم ہو جائیں یا دُنیا کے فتنے اور ہوس آلودہ رنگینیاں تمہاری جانب آجائیں اور اُس وقت تمہارا دل سخت ہو جائے اور کوئی اَثر قبول نہ کرے کیونکہ نوجوان دل خالی زمین کی مانند ہے کہ جو بھی بیج اُس میں ڈالا جائے اُس کو قبول کر لیتا ہے، میں نے تمہاری تادیب وتربیت کے لئے کوشش وتلاش کی ہے اس سے پہلے کہ تمہارا دل پختہ ہو جائے اور تمہاری فکر دوسرے کاموں میں مشغول ہو جائے (۱)

جوانی ایک ایسا مناسب موسم ہے جس میں خودسازی، بندگی، اچھی عادات کی تقویت، خداپسند کاموں کے انجام اور پختہ ارادہ، اور ترک گناہ کے لئے میسر ہوتا ہے لہذا اس فرصت کی لازمی قدر کرو۔

جوانا! رہِ طاعت امروز گیر　　　　که فردا نیاید جوانی ز پیر

حکمت کا تقاضا ہے کہ ہر کام کو اس کے وقت پر اور ہر چیز کو اس کے موقع پر انجام دیا جائے (ہر سخن کی جگہ ہے اور ہر نکتہ مقام رکھتا ہے) اجتماعی کاموں میں اور زندگی کے مقاصد کے راستوں میں جو جدوجہد کی جاتی ہے اس میں بھی صحیح وقت کا متعین کرنا بہت اہم ہے۔

۱۔ نہج البلاغہ نامہ ۳۱ (ای بنیّ، انی لما رأیتی قد بلغت سنّا۔۔)

امیر المؤمنین علی علیہ السلام اپنے خط میں مالک اشتر کو(۱) اس طرح نصیحت فرماتے ہیں: جو کام تمہارے سامنے ہیں اُنکے انجام دینے کیلئے مناسب فرصت آنے سے پہلے جلدی نہ کرنا اور اُس ہنگام جب وقت مناسب اور امکان عمل ہو تو پھر سستی کو نہ آنے دینا یا مناسب وقت کام کے لئے فراہم نہ ہو تو اس کے انجام دینے میں ضد اور اصرار نہ کرنا، جس وقت یہ امر واضح اور روشن ہو جائے تو کوتاہی اور غفلت نہ کرنا۔ ہر چیز کو اسی کی جگہ پر رکھو اور ہر کام کو اس کے موقع پر انجام دو (۲)

افسوس اُس کے لئے ہے جو بروقت اقدام نہ کرے اور خواب غفلت میں پڑا رہے اور اُس وقت جب بیدار اور ہوشیار ہو جائے، جب امکان عمل اُس کیلئے نہ رہے۔ خواجہ عبداللہ انصاری نے فرمایا:

الٰہی! تا توانستم، ندانستم، وچون دانستم، نتوانستم:

الٰہی! جب طاقت عمل تھی، تب علم نہ تھا اور جب عمل کے بارے میں جان چکا ہوں تو اَب اُس کے کرنے کی طاقت نہیں ہے!

۱۔ نہج البلاغہ، مکتوب ۵۳

۲۔ نیز، مکتوب کا آخری حصّہ ۵۳۔

آرزوہائے دُوردراز

ایک طرف تو تدبیر، ایک لائحہ عمل کی ترتیب اور مستقبل کی باتیں اور آئندہ کی اُمیدیں دین کی جانب راغب کرنے کا باعث ہیں تو دوسری جانب لمبی اُمیدیں وآرزوئیں اور خیالی پروگرام اور مستقبل کے خواب ناپسندیدہ اُمور ہیں۔

ان کے درمیان، حقیقت پسندی، مثبت آرزوئیں جو حدّ امکان میں ہونے کے ساتھ انسان کی شان اور موقعیّت کے مناسب ہوں اور محدودیت عمر اور فانی دُنیا سے غافل نہ ہو، تو ایک راہ اعتدال کو وجود میں لایا جاسکتا ہے جو حرص وطمع و خام خیالی اور بے اعتدالی کی راہ بڑھنے سے روک سکتا ہے۔

حقائق سے چشم پوشی کر کے آرزوں پر اعتماد کرنا سرمایہ عمر کو ایک جگہ جامد کردیتا ہے یا اُسے نامناسب راستے میں صرف کرتا ہے اور آدمی کو ناکام بنادیتا ہے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: ایّاک والاتکال علی المنی فانّھا بضائع النوکی(۱)

۱۔ نہج البلاغہ، نامہ ۳۱

آرزوئیں پراعتماد کرنے سے پرہیز کریں کیونکہ آرزوئیں بےوقوفوں کا سرمایہ ہیں۔

لمبی آرزوؤں کا رکھنا اُن لوگوں کا کام ہے جو کہ اپنی موت سے غافل ہوں اور خود کو اس دُنیا میں ہمیشہ باقی رہنے والا جانتے ہوں، اور اسی سبب سے یہ جاودانہ ہونے کا خیال، حاصل نہ ہونے والی آرزوؤں کے جال میں پھنسا دیتا ہے۔

اس حالت کا لازمی نتیجہ آخرت سے فراموشی ہے اور اُس جہان سعادت سے بےتوجہ ہونا ہے۔ اس غفلت آور فکر سے پرہیز کی خاطر، آپؑ نے ایک خطبہ میں فرمایا: اے لوگو! اس خوفناک چیز سے جس کے بارے میں تمہارے لئے میں ڈرتا ہوں دو چیزیں ہیں، ہوائے نفس کی پیروی اور دوسری لمبی لمبی آرزوئیں ، ہوائے نفس سے اس لئے کہ یہ انسان کو حق سے دُور رکھتا ہے اور لمبی لمبی آرزوئیں جس سے آخرت کو فراموش کر دیا جاتا ہے(۱)

جس چیز کو حضرتؑ نے عنوان قرار دیا ہے کہ لمبی آرزوئیں اور موت سے دُوری یہ غافل حضرات کی علامات میں شمار ہوتی ہیں(۲) یہ تنبیہ بھی اُنہی کے لئے ہے جو

۱۔ایها الناس انّ اخوف مااخاف علیکم اثنان: اتباع الهوی و طول الامل ،فامّا اتباع الهوی فیصدّعن الحق و امّا طول الامل فینسی الآخرة(نہج البلاغہ۔خطبہ ۴۲)

۲۔طول امل و استبعاد اجل(نیز خطبہ ۱۳۲)

اپنی دُنیا کو غافلانہ انداز سے آباد کررہے ہیں۔ مال ودولت کے جمع کرنے میں گرفتار ہیں ، مال جمع کرنے میں ایک دوسرے سے سبقت لے رہے ہیں اور مستقبل کے لئے (معلوم نہیں ان کے نصیب میں ہو بھی یا نہ ہو) عجیب وغریب خیال وخواب کو اپنے ذہن میں پرورش دے رہے ہیں پھر اچانک دیکھتے ہیں کہ اجل آ پہنچی۔اور تمام خیال وخواب نقش برآب ہوگئے اور خیالی محل سراب ثابت ہوئے اور جمع شدہ مال وارثوں کی قسمت میں چلا گیا اور خود خانۂ گور میں نقل مکانی کر گئے۔ یہ سب زندگی میں حقیقت پسند نہ ہونے کا نتیجہ ہے ۔گرفتارِ حسرت و ندامت ہوئے اور زندگی کی حقیقت سے دور رہ گئے!

خاقانی کا (۱) خوبصورت شعر'' ایوان مدائن '' آئینہ خیال بافی اور لمبی لمبی آرزوئیں، غافل کرنے والی ہیں کہ ناپائیداری عمر وثروت وقدرت اور طاقت کو فراموش کر بیٹھتی ہیں۔

حضرت امیرالمومنین علی علیہ السلام کے کلام میں بعض پہلی قوموں کی ہلاکت کا سبب طولانی آرزوئیں سے دوچار ہونا بیان کیا گیا ہے،اُن آرزوؤں کی وجہ سے موت اُن کی نگاہوں سے چھپ چکی تھی، مادی دُنیا میں غرق ہوچکے تھے یہاں تک جس موت کا وعدہ کیا گیا تھا اُن پر آ پہنچی تو پھر نہ کوئی عذر قبول کیا گیا

۱۔ ہان ای دل عبرت بین از دیدہ نظر کن، ہان ایوان مدائن را آئینۂ عبرت دان

اور نہ ہی کوئی توبہ قبول کی گئی کیونکہ اب وہ وقت تھا کہ عذاب وانتقام الٰہی اُن کے لئے آمادہ تھا(۱)

لمبی آرزوئیں آدمی کے لئے سبب بنتی ہیں کہ وہ توبہ میں تاخیر کرتا رہتا ہے اور فکر کرتا ہے کہ ابھی توبہ کرنے کا وقت بہت ہے لیکن اچانک موت آکر دبوچ لیتی ہے حتّی کہ توبہ کرنے کی فرصت بھی باقی نہیں رہتی۔

امام علی علیہ السلام نے اپنے ایک موعظہ میں فرمایا:

اُن لوگوں جیسے نہ بنو، جو عمل کے بغیر، آخرت کے اُمیدوار ہیں اور اپنی دراز اُمیدوں وآرزوؤں کی بنا پر توبہ کو مؤخر کردیتے ہیں(۲)

حضرت علی علیہ السلام کی نگاہوں میں حقیقی زہد و پارسائی یہ ہے کہ انسان کی آرزوئیں کم ہوں:

ایها الناس، الزهادة قصر الامل(۳)

اے لوگو! آرزوؤں کو کم رکھنا ہی پارسائی کی علامت ہے۔

آنحضرتؐ نے، بُرے اعمال کی انجام دہی کو، لمبی آرزوؤں کا نتیجہ کہا ہے:

۱۔ وانّما هلک من کان قبلکم بطول امالهم و تغیّب اجالهم۔۔۔ (نہج البلاغہ، خطبہ ۱۴۷)

۲۔ لاتکن ممن یرجو الاخرة بغیر العمل و یرجی التوبة بطول الامل (نیز حکمت ۱۵۰)

۳۔ نیز، خطبہ ۸۱۔

من اطال الامل اساء العمل (۱) جس کی آرزوئیں محدود نہ ہوں، وہ اپنا کردار بُرا بنالیتا ہے۔

آنحضرتؐ کے نورانی کلام میں، موت اور آخرت سے غفلت کرنے کا سبب اور سلسلہ، دراز آرزوؤں میں نظر آتا ہے. واضح ہے کہ انسان اپنی تمام خواہشات اور آرزوؤں تک نہیں پہنچ سکتا اور اساس دُنیا، سنت الٰہی یہ نہیں ہے کہ زندگی میں انسان جو بھی تمنّا کرے اُس تک پہنچ جائے، پس آرزوؤں سے فریب نہ کھائیں اور حقیقی اور سنجیدہ کاموں سے دُور نہ ہو جائیں۔

اُس پیشوائے بصیر وخبیر کے کلام سے مزید کچھ آبدار موتی :

اگر بندہ اپنی زندگی کے انجام اور اجل کو دیکھ لے تو آرزوئے دورودراز اور خواہشات سے دُوری اختیار کرے گا (۲)

میرے بیٹے! یقین رکھو، تم اپنی تمام آرزوؤں تک نہیں پہنچ سکتے اور اپنی اَجل سے بھی فرار نہیں کر سکتے ہو (۳)

مومنِ پرہیز گار کو میں دیکھتا ہوں کہ آرزو کم رکھتا ہے، لغزش سے بچتا ہے اور

۱۔ نہج البلاغہ، حکمت ۳۶۔

۲۔ لو رأی العبد الاجل و مصیره لابغض الامل و غروره (نہج البلاغہ، حکمت ۳۳۴)

۳۔ واعلم یقینا انّک لن تبلغ املک و لن تعد و اجلک (نیز۔ مکتوب ۳۱)

اُس کا دل خاشع ہے(۱)

تمھارے دلوں میں سے موت کی یاد، دُور اور پنہاں ہوچکی ہے۔ اور جھوٹی آرزوئیں تم سے نزدیک ہوچکی ہیں(۲)

کیا تم اُنکے مکانوں میں نہیں ہو جن میں تم سے پہلے وہ رہتے تھے، جنکی عمریں بلند تر تھیں جن کے آثار باقی رہنے والے اور آرزوئیں دُور و دَراز تھیں؟(۳)

ان تمام تنبیہی اور راہنما کلمات سے یہ حاصل ہوتا ہے کہ بلند اہداف تک پہنچنے کے لئے زمانۂ حاضر کے فوائد سے اور جو فرصت اختیار میں ہے اس سے استفادہ حاصل کرتے ہوئے اور اپنی جدوجہد کے ساتھ مناسب، ہدف کو لے کر حق کے راستے میں قرار دیں تا کہ خیالی محل تعمیر کرنے اور لمبی آرزوؤں سے چھٹکارا حاصل کریں۔

فریب دُور نماہای آرزو خوردم رہِ سراب گرفتم زآرزو، مُردم

دور دراز آرزوؤں کا میں نے فریب کھایا، آرزو کی وجہ سے میں سراب والے راستے پر چلا گیا، یہاں تک کہ ہلاک ہوگیا۔

۱۔ تراہ قریبا املہ ،قلیلازللہ، خاشعا قلبہ(نیز خطبہ۱۹۳)

۲۔قد غاب عن قلوبکم ذکر الاجال و حضرتکم کواذب الامال(نیز،خطبہ۱۱۳)

۳۔الستم فی مساکن من کان قبلکم اطول اعمارا وابقیٰ آثارا و ابعد آما لا؟(نہج البلاغہ خطبہ ۱۱۱)

زندگی اور وقت کا بہترین استعمال

زندگی کو اگر سرمایہ سے تعبیر کیا جائے تو اس کے صحیح استعمال سے اس میں مزید اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ نگاہوں میں مقصد کو رکھتے ہوئے تمام قوتوں کو یکجا کر کے اس راہ میں جد و جہد کرنا اور ہر اس چیز سے پرہیز کرنا جو اس مقصد میں مانع بنے، یہ ایسے امور ہیں جو سرمایۂ عمر کو غنی تر بناتے ہیں، اس سرمایۂ میں اضافہ سے، خوب سے خوب تر تجارت کر سکتے ہیں اور اپنے لئے سعادت حاصل کر سکتے ہیں۔ درج ذیل عوامل اس فائدہ مندی میں مدد کرنے والے ہیں:

سنجیدگی و کوشش

سستی اور کاہلی سے زندگی برباد ہوتی ہے جبکہ سنجیدگی و جد و جہد سے مقصد زندگی حاصل ہوتا ہے۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: **علیکم بالجدّ والاجتهاد**(۱)

جدّ و جہد تم پر لازم ہے۔

۱۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۲۳۰

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: **لا یدرک الحق الا بالجد** (۱)

حق تک رسائی اور اس کا حصول، جدوجہد کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

جس کو وقت اور عمر کے لمحات کا تیزی سے گذرنے کا احساس ہے تو اُس میں زیادہ سنجیدگی پیدا ہوگی اور وہ لہو ولعب سے زیادہ فرار کرے گا۔

ایک برادر دینی جو اعمال کا پابند تھا، تعریف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: جب بھی جدّ وجہد کا مرحلہ آتا یا میدان عمل اُس کے سامنے ہوتا، تو وہ شیر کی مانند شجاع ہوتا تھا (۲)

صاحب عزم افراد کھانے پینے، شکم پوری، آرام واستراحت کی جانب رجحان نہیں رکھتے کیونکہ یہ چیزیں جدّ وجہدِ زندگی کے ساتھ ناسازگار ہیں۔

امام علی علیہ السلام نے فرمایا: عزم مصمّم اور ارادہ محکم رکھنے والا شکم سیری کی فکر سے آزاد ہے!

نیند، روز کے عزم وارادہ کو توڑ دیتی ہے (۳)

۱۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۲۹۔

۲۔ نیز حکمت ۲۸۹ (فانّ کان الجدّ فھو لیث غاب)

۳۔ نیز، خطبہ ۲۴۱ (لاتجتمع عزیمة و ولیمة ،ما انقض النوم لعزائم الیوم)

نظم و منصوبہ بندی

اگر زندگی گذارنے کیلئے باقائدہ منصوبہ بندی نہ کی جائے تو یہ سرمایۂ عمر ضائع ہو جائے گا۔

تدبیر و صحیح منصوبہ ایسے عوامل ہیں جو اوقات سے استفادہ کا سبب بنتے ہیں۔

تقویٰ کے ساتھ کاموں میں نظم و نسق رکھنا، یہ حضرت علی علیہ السلام کی آخری نصیحتوں میں سے ایک ہے جو بستر شہادت پر کی تھی "**نظم امر کم**"(۱)

اُنھوں نے کاموں میں تدبیر و تقدیر، برنامہ ریزی اور محاسبہ کرنے کو کامیابی کے عوامل میں سے شمار کیا ہے اور فرمایا ہے: **تذلّ الامور للمقادیر** (۲)

تمام کام تدبّر و تدبیر سے انجام دیئے جائیں تو ٹھیک طرح سے انجام پاتے ہیں۔

تجرباب سے استفادہ

کہا گیا ہے کہ انسان کو دوبار زندگی کرنے کا موقع ملنا چاہیئے: ایک مرتبہ تجربہ حاصل کرنے کے لئے اور دوسری مرتبہ تجربات کی روشنی میں زندگی گذارے۔

وہ جو دوسروں کے تجربے سے اپنی زندگی کو با مقصد بناتے ہیں اور نہیں چاہتے کہ ہر چیز میں خود تجربہ کریں، تو وہ آدھا راستہ طے کر لیتے ہیں اور دوسروں کے

۱۔ نیز، مکتوب ۴۷

۲۔ نیز، کلام حکمت ۱۶

تجربات سے سبق حاصل کرکے فائدہ اُٹھاتے ہیں ۔ یہ روش اور طور وطریقہ، حوادث ومسائل کے ساتھ ہم آہنگ ہونے، اُن کو حل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ گویا اُنھوں نے اپنی زندگی کو دوگنا کرلیا اور اپنے وقت میں برکت حاصل کرلی۔

نہج البلاغہ میں بھی، دوسروں کے حالات سے عبرت حاصل کرنے کی بہت تاکید کی گئی ہے اور یہ کہ دوسروں کے تجربات سے درس حاصل کریں۔آپؑ نے بھی بہت کوشش وتلاش، سنجیدگی کیساتھ اُن تجارب کو افراد تک منتقل کیا، بالخصوص آپؑ نے اپنے فرزندوں میں سے امام حسنؑ کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا:

میرے بیٹے !اگرچہ میں نے پہلے والوں کی مانند عمر نہیں کی لیکن اُن کے کاموں، اُن کی خبروں اور اُن کے آثار پر مکمل غور وفکر کر رکھا ہے یہاں تک کہ میں اُن سے مکمل واقف ہوگیا بلکہ اُن کی خبر کے آثار سے جو اُن کے تجارب سے حاصل ہوا، تو ایسا لگ رہا ہے کہ گویا اُن سب کیساتھ میں نے آغاز سے انتہا تک زندگی بسر کی ہے اور روشنی کو تاریکی سے اور فائدہ کو نقصان سے پہچانا ہے اور تمہارے لئے تمام تجربات کا نچوڑ پیش کردیا ہے(۲)

اِسی وصیت نامہ کے ایک اور حصّہ میں فرمایا ہے: فرزند عزیز! میں نے تمھیں اَدب واحترام اور زندگی گذارنے کے سلیقہ کی تمام باتیں بتا دیں

۲۔نیز، نامہ ۳۱(ای بنیّ انّی و ان لم اکن عمرت عمر من کان قبلی۔۔۔)

اس سے پہلے کہ تمھارا دل سخت ہو اور تمھاری فکر، حیرت و پریشانی میں مبتلا ہو ۔تم معاملہ فہمی کے ساتھ سنجیدہ ہو کر حالات کا مقابلہ کر سکو تا کہ تمھیں تجربات کی بھٹّی سے گذر نا نہ پڑے(۱)

حضرت علی علیہ السلام، تجربات کو حفظ اور ذہن نشین کرنے اور اُن سے سبق حاصل کرنے کو عقلمندی کی علامت قرار دیتے ہیں، **العقل حفظ التجارب**(۲)

آپؑ اپنے حکومتی نمائندوں کو، کاموں میں تجربہ کار لوگوں سے استفادہ کرنے کی دعوت دیتے ہیں: **توجّ منھم اھل التجربہ**(۳) اور حفظ تجربہ کو ایک طرح کی توفیق میں شمار کرتے ہیں: **من التوفیق حفظ التجربہ** (۴)

اگر انسان دوسروں کے تجربوں کو جمع کرنے کے لئے اپنی عمر کو صرف کرے تو اُس کا کوئی نقصان نہیں ہے، کیونکہ لوگوں کے تجربات جو اُنھوں نے زمانے کے سرد و گرم دیکھ کر حاصل کئے ہیں اُنکا حاصل کرنا ایک زندگی گذارنے کے برابر ہے، کیونکہ تجربات، زندگی کا خلاصہ ہوتے ہیں، جن کی مدد سے سفرِ حیات آسانی سے طے ہو جاتا ہے۔

۱۔ فبادرتک بالأدب قبل ان یقسو قلبک۔۔۔(نہج البلاغہ مکتوب ۳۱)

۲۔ نیز، مکتوب ۳۱۔

۳۔ نیز، مکتوب ۵۳۔

۴۔ نیز، کلام حکمت ۲۱۱

بُرے لوگوں کی دوستی سے پرہیز

بُرے افراد کے ساتھ روابط، زندگی کو تلف کرنے کے مترادف ہے۔عیش و عشرت کے دلدادہ لوگوں کی دوستی بھی، اخلاق کو تباہ کر دیتی ہے اور سنہری لمحات و امکانات کو ضائع کر دیتی ہے۔ جب کسی شخص کے بارے میں کوئی رائے قائم کرنا ہو تو یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ اس کے دوست واحباب اور ہم نشین کیسے ہیں؟

حضرتؑ فرماتے ہیں: **انّ الصاحب معتبر بصاحبه** (۱)

دوست کو اُس کے دوست سے پہچانا جاتا ہے ۔

پس آنکہ بگویم کہ تو کیستی — تو اول بگو با کیان زیستی

نہج البلاغہ میں امام علی علیہ السلام کے ایسے ارشادات موجود ہیں جہاں آپؑ نے بعض اقسام کے افراد سے دوستی اور روابط کو ناپسند قرار دیا ہے اور اُنکے ساتھ وقت گذاری کو، وقت برباد کرنے کے زمرے میں شمار کیا ہے، آپؑ فرماتے ہیں:

لا تصحب المائق ، فانه يزين لک فعله و يودّ اَن تكون مثله (۲)

احمق و نادان کی ہم نشینی نہ کرو کیونکہ وہ اپنے کاموں کو تمھاری نظروں میں خوب صورت بنا کر پیش کرے گا اور ساتھ ہی وہ یہ پسند کرے گا کہ تم بھی اُس کی روش

۱۔ نہج البلاغہ، مکتوب ۶۹۔

۲۔ نیز، کلام حکمت ۲۹۳

اختیار کرو۔

آپؑ نے مزید فرمایا: **واحذر صحابة من یفیل رایه وینکر عمله** (۱)

اُن کی ہم نشینی سے اجتناب کرو جن کی فکر سست ہو اور عمل ناپسندیدہ ہوں۔

اور دوسری جانب آپؑ، دوستان خدا سے دوستی کرنے کی دعوت دیتے ہیں کہ یہ دوستی، صلاح و اصلاح کے ساتھ انسان کو قرب الٰہی کی راہ پر لے جاتی ہے۔

آپ علیہ السلام نے اس بارے میں فرمایا: **وقّر اللّٰه واحبب احبائه**(۲)

خدا کی بزرگی کا اقرار کرو اور احترام کرو اور اُس کے دوستوں کو دوست جانو۔

بہ روزگار جوانی بیازمای کسان ببین فرشتہ خصال اند، یا کہ دیو ددند

جوانی کے لمحات میں لوگوں کو آزماؤ، دیکھو کہ فرشتوں کی مانند ہیں یا کہ دیو و فسادی ہیں۔

برای خویش رفیق شفیق گلچین کن ز مردمی کہ ہنر پیشہ اند و باخردند (۳)

اپنے لئے مہربان دوست کا انتخاب کرو اور جو ہنرمند اور عقلمندوں میں ہوتے ہیں اچھے دوست انسان کو خیر و خوبی کی جانب لیکر جاتے ہیں، اور سعادت کی منزلوں تک پہنچانے کے لئے اُن کی مدد کرتے ہیں، مگر بُرے ہم نشین، عمر کو تلف، جوانی

۱۔ نہج البلاغہ، مکتوب ۶۹۔

۲۔ نیز

۳۔ محمد ہاشم افسر

کو تباہ، اور عاقبت کو سیاہ کرتے ہیں ۔ وہ جو کہ سعادت اور کامیابی کو پسند کرتے ہیں، اُن پر لازم ہے کہ بدعمل لوگوں کی ہم نشینی سے پرہیز کریں۔

محاسبہ

تاجر، دُکاندار اور سرمایہ دار ہمیشہ حساب و کتاب اور بازار کا اُتار اور چڑھاؤ دیکھنے میں لگے رہتے ہیں، اگر ایسا نہ کریں تو دیوالیہ ہو جائیں اور اُن کا کاروبار ٹھپ ہو جائے گا۔

ہماری زندگی ایک ایسا قیمتی سرمایہ ہے جو کہ ایک پھلوں کی پیٹی یا ایک دالوں کی بوری یا ایک کپڑے کے تھان یا ایک دکان کے سامان سے کہیں بڑھ کر قیمتی ہے، لہذا ضروری ہے کہ اچھے اور پسندیدہ طریقے سے زندگی گذارنے کا سلیقہ سیکھا جائے، اپنے وقت کو بہترین اور مفید ترین اور اولیٰ ترین کاموں میں صرف کیا جائے۔

اس سے پہلے کہ قیامت میں ہمارا حساب لیا جائے، ہم خود جائزہ لیں، محاسبہ کریں اور اپنے کاموں، فرصتوں اور اعمال کے نقاد بنیں۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں: **عباد الله ! زنوا انفسکم من قبل**

ان توزنوا و حاسبوها من قبل ان تحاسبوا(۱)

اللہ کے بندو! اپنے نفوس کا وزن خود کرو اس سے پہلے کہ تمہارے اعمال کا وزن کیا جائے اور اپنا محاسبہ خود کرو اس سے پہلے کہ تمہارا حساب لیا جائے۔

ہم اپنی عمر کے شب و روز اور فرصت کہ لمحات کے سوالوں کے ذمہ دار اور جوابدہ ہیں کہ یہ سب بطور امانت ہمارے اختیار میں دیئے گئے ہیں اور ایک دن اس بارے میں کہ ہم نے کس طرح سے اُن کو صرف کیا ہے، ہم سے سوال کیا جائیگا

امام علی علیہ السلام نے فرمایا : **من حاسب نفسه ربح و من غفل عنه خسر** (۲) جو اپنا خود محاسبہ کرے اُس نے فائدہ حاصل کیا اور جو اپنے آپ سے غافل رہے گا اُس نے نقصان اُٹھایا۔

محاسبہ نفس، سبب بنتا ہے کہ خطاؤں، گناہوں و نامناسب اعمال اور گذشتہ غفلتوں اور اپنی زندگی کے خسارے کو ہم پہچان سکیں اور پھر اُنکی تلافی کی بھرپور کوشش کریں۔ زمانے کے شب و روز سے ہمارا سرد و گرم اور نفع و نقصان وابستہ ہے، عمر و جوانی و نشاط اور سلامتی، قت کو دیتے ہیں، لیکن اُن کے بدلے میں کیا حاصل کرتے ہیں؟ فائدہ حاصل کرتے ہیں یا نقصان؟ نیکی و ہدایت میں اضافہ ہو رہا ہے یا گمراہی و تاریکی میں جا رہے ہیں؟ کمال کی طرف جا رہے ہیں یا پستی

۱۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۹۰۔

۲۔ نیز، حکمت ۲۰۸۔

کی طرف ؟ ہم اپنی عمر کا عظیم الشان سرمایہ کس چیز کے حصول کی خاطر خرچ کر رہے ہیں؟

زندگی ایک زراعت کی مانند ہے فصل جب کٹے گی تب معلوم ہوگا کہ ہم نے کیا بویا اور کیا کاٹا ہے۔ ضروری ہے کہ عمر کے خزانہ میں کیا ہے؟

اس بارے میں امام علی علیہ السلام نے فرمایا: **کما تزرع تحصد** (۱) جو بویا ہے وہی کاٹو گے۔

اگر محاسبہ کرنے کو اپنا معمول بنالیں تو بعد والے نقصانات سے بچ سکتے ہیں آب شیریں کو صحرا میں پھینک کر ضائع نہیں کیا جاتا ، اسی طرح زندگی کے قیمتی اوقات کو بیہودہ صرف کرنا ایسے ہی ہے جیسے آب شیریں کو ریگستان و بیابان میں ضائع کیا ہو ، جب اس سے فائدہ حاصل کرنا مقصود ہو تو اس کو میوہ دار یا گلدار درخت کی جڑوں میں ڈالا جائے ، جو اپنی عمر کا حساب نہیں رکھتا وہ اپنے آپ کو ضائع کر دیتا ہے۔ جب عمل کرنے کا وقت گذر چکا ہوتا ہے، پھر وہ حسرت وغم سے کہتا ہے:

بہت افسوس کہ جب عمر گذر چکی۔

تب اس کا معنی میں سمجھا ہوں۔

۱۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۱۵۳۔

میری عمر تین روز کی مانند، اس ترتیب سے گذر گئی۔

بچپن کھیل کود میں، نوجوانی اوباشی وعیاشی میں، پیری غفلت وحسرت میں۔

امام علی علیہ السلام نہج البلاغہ میں اہل ذکر ومعرفت انسانوں کی تعریف کرتے ہیں اور اُن کے حالات کی خصوصیات اور اُن کے کاموں کا محاسبہ کرتے ہوئے آپؑ فرماتے ہیں: اُن کو دیکھو، اپنے دفتر وکتابِ عمل کو کھول کر اس میں غور وفکر سے کام لیتے ہوئے، اپنی چھوٹی بڑی کوتاہیوں اور خامیوں پر نظر ڈال رہے ہیں، یہ محاسبہ ذات ہے(۱)

اور اگر ایسا نہ کیا تو پھر اُن لوگوں میں شمار ہوگا کہ جن کی عمر دو حصوں میں تقسیم ہوگئی ہے، ایک حصّہ اُمید کا اور دوسرا حسرت ویاس کا۔ پس ہر چیز میں حساب کرنا لازم بھی ہے اور مفید بھی ہے۔

کسی بھی تجارت یا یا سرمایہ گذاری کی طرح زندگی گذارنے کے لئے یہ رویّہ اور طریقہ لازم بھی ہے اور مفید تر بھی ہے۔

۱۔قد نشروا دواوین اعمالهم و فرغوا المحاسبة انفسهم على كل صغيرة و كبيرة امروا بها فقصّروا عنها (نہج البلاغہ، خطبہ ۲۲۲)

آفات وخطرات

ایک کہاوت جو مشہور ہے کہ مرض کی تشخیص نصف علاج ہے، بالکل درست ہے۔ اسی طرح یہ بھی ٹھیک ہے کہ مقصد کے حصول کی راہ کی مشکلات اور آفات کا اگر علم ہو تو اس سے زیادہ اور بہتر فوائد حاصل کرنے کے علاوہ اس کی حفاظت کا بھی مناسب اور موزوں بندوبست کیا جا سکتا ہے۔

ہمارے لئے زندگی کی آفات کیا ہیں؟ اور راہِ جوانی میں خطرات کیا ہیں؟

اس میدان میں ہم حضرت علی علیہ السلام سے سیکھتے ہیں جو کہ راہ شناس، بہت باخبر، صاحب بصارت اور ہادی ہیں۔ حضرت علیؑ کے بعض فرمودات اس طرح سے ہیں:

۱۔ سستی اور پست ہمتی

کسی کام کے لئے جذبہ اور اعلیٰ اُمنگوں کا نہ ہونا، بُرے نتائج کا حامل ہوتا ہے وہ میدان چاہے حصول علم کا ہو یا عبادت کا ہو، چاہے وہ کار و تلاش کا میدان ہو۔

کلام معصومین علیہم السلام میں الفاظ کسالت، مستقل مزاجی کا نہ ہونا، یہ لاابالی پن سے ہیں جن کو آفت سے یاد کیا جاتا ہے ۔ دعائے حمزہ ثمالی میں کم ہمتی اور بے دلی کے الفاظ ہیں اور اُنکی کیفیات کے بارے میں، اللہ تعالیٰ سے پناہ طلب کرتے ہیں اور دعائے مکارم الاخلاق میں خدا سے چاہتے ہیں کہ ہمیں عبادت میں سُست و بے حال نہ کرے۔

نہج البلاغہ میں حضرت علی علیہ السلام نے ایک خطبہ میں انسان سے مخاطب ہو کر اُنہیں تنبیہ کی کہ غفلت، غرور اور تکبر جیسی خصلتوں سے پرہیز کریں اور فرمایا :

کم حوصلہ اور سستی تمہاری ذات میں ہے، عزم و ارادہ سے اُسکا علاج کرو اور خوابِ غفلت کو اپنی آنکھوں کی بیداری سے دُور کردو(۱)

اپنے آپ کو جھنجھوڑو تا کہ خوابِ غفلت سے بچ سکو

غفلت کی نیند کو اپنی آنکھوں سے نکال دو

۲۔ راہ گم کرنا

جب زندگی کسی نظریہ اور فلسفہ کے تحت بسر کی جاتی ہے تو انسان خلقت کے مقصد تک پہنچ جانے کے لئے مسلسل جد و جہد کرتا ہے راہ کو گرتے پڑتے طے کرنا

۱۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۲۲۳ (فتداو من داء الفترة فی قلبک بعزیمة و من کری الغفلة فی ناظرک بیقظة)

یا راہ سے منحرف ہونا، یا بغیر راہنما کے راستہ طے کرنا، یا بندگی میں چلے جانا یا آخرت کو جو کہ آخری منزل گاہ ہے بھول جانا، یہ سب علامات ہیں کہ انسان راہ کو گم کر بیٹھا ہے اور یہ خطرناک ترین آفتِ زندگی ہے۔

اس حالت زار کے بارے میں امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کے غضب کے مستحق وہ بندے ہیں جنہیں خود اُس نے اُنکو اپنے حال پر چھوڑ دیا ہو، جس کے نتیجہ میں وہ دُرست راستے سے منحرف ہو جاتے ہیں اور وہ بغیر کسی ہادی ورہبر کے راستہ طے کرنے لگ جاتے ہیں۔

اگر اُسے دُنیا کے کاروبار کی طرف بلایا جاتا ہے تو کوشش وتلاش میں لگ جاتا ہے اور اگر زراعت آخرت اور سرائے آخرت کو آباد کرنے کے لئے دعوت دی جاتی ہے تو یہ سست اور بے حال ہو جاتا ہے (۱)

حقیقت میں یہ ہے کہ حقیقی راہ اور ہدف کو گم کرنا!

۳۔ کھیل وتفریح

قبول کرتے ہیں کہ دُنیا بازیچہ اطفال ہے لیکن زندگی کھیل کو نہیں ہے۔ کامیاب با مقصد زندگی گذارنے کے لئے اپنی ذمہ داری کا احساس کرتے ہوئے، پوری سنجیدگی سے تمام طاقت وتوانائی کو یکجا کرکے بقدر استعداد حصول ہدف کے لئے

۱۔ نیز خطبہ ۱۰۳۔ (انّ من ابغض الرجال۔۔)

کام کرتے ہیں۔

بعض زندگی کو محض حیوانوں کی طرح شہوات کی تکمیل سمجھتے ہیں اور خود کو عصر جدید کا انسان بھی قرار دیتے ہیں اور لذّات دنیوی یعنی پیٹ کی بھوک اور جنسی شہوت کی تسکین ہی کافی سمجھ کر، اُسے مقصد قرار دیتے ہیں اور اپنے قیمتی وقت کو سونے میں گذارتے ہیں۔

ایسے ہی افراد کے بارے میں امام علی علیہ السلام آگاہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں : میں اِس لئے پیدا نہیں کیا گیا کہ لذیذ کھانوں میں مشغول رہوں، ایسے جیسے کہ حیوانات کو چرنے پھرنے کے لئے رکھا گیا ہے کہ اُنکی تمام کوشش چرنے میں صرف ہوتی ہیں یا کسی پالتو حیوان کو چراہ گاہ میں چھوڑ دیا جائے تو اُس کا کام چرنا اور شکم کو گودام بنانا ہے اور وہ نہیں جانتے کہ اُن کا مقصدِ تخلیق اور زندگی کیا ہے، ہمیں اِس لئے خلق نہیں کیا کہ مہمل اور بے مہار چھوڑ دیا گیا ہے تاکہ زندگی کو عبث اور بیہودہ بسر کریں(۱)

میں خلق ہوا، عزمِ مصمّم کے ساتھ۔

تاکہ ہوائے نفس سے اپنے آپ کو آزاد کرالوں۔

جبکہ میرا دل و دماغ آسودہ ہے۔

۱۔ نہج البلاغہ، مکتوب ۴۵، بطرف عثمان بن حنیف

شہوت و بد دلی، حسد و کینہ و کنجوسی سے کوسوں دُور رہوں۔
کشف حقائق کی راہ میں کوشش کرتا رہوں۔
دوسروں کی راہ میں شمع بن کر رہوں اور خود روشن چراغ رہوں۔
میں دوسروں کو راستہ دکھاؤں اگر چہ خود سراپا جلتا رہوں۔
نہ کہ اس طرح سے کہ زاید و بیہودہ، بغیر کسی جوش اور ولولے کے۔
کہ عمر برباد اور حسرت خاموش ہو(۱)

۴۔ سرمستی

ایک اور خطرہ یہ ہے کہ جوانی کے نشے میں مست ہو جانا۔ سنجیدگی سے غافل ہو جانا اور آگاہی و ہوشیاری سے دُور ہونا۔ بہت سے لوگ مال و ثروت کے نشے میں مست ہیں۔ بعض قدرت اور ریاست میں مست ہیں۔ بعض جوانی کی لذّتوں سے سرشار ہیں، وہ جو مست ہیں نہ تو اُنھیں حقیقی راہ کی تلاش کی فکر ہے اور نہ ہی اُس پر گامزن ہونے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ عاقلانہ اور منطقی الفاظ سنتے نہیں اور نہ ہی اُن کا کام عقل و ہوش کی بنیاد پر ہے۔ لازمی طور پر انجام میں ندامت و رسوائی اور بدنامی ہے۔

امیر المومنین علی علیہ السلام اپنے ایک موعظہ میں اس طرح فرماتے ہیں :

۱۔ نسرین صاحب۔

فافق ایّھا السامع من سکرتک و استیقظ من غفلتک(۲)

اے سننے والے! اپنی سرمستی سے ہوش میں آجا اور اپنے خوابِ غفلت سے بیدار ہوجا۔ اس خطبہ کو جاری رکھتے ہوئے دعوت دیتے ہیں کہ انسان آئندہ آنے والے حتمی وقت کو نظر میں رکھے۔ فخر وتکبّر کو دُور کرتے ہوئے۔ قبر وقیامت کو یاد میں رکھے اور جان لے کہ آج جو بو رہا ہے وہی کل کاٹنا ہوگا اور جو بھی آج قیامت کے لئے بھیجیں گے اُس کو ضرور کل پائیں گے۔ و بالآخر ! یہ کہ متنبہ ہوجاؤ متنبہ ہوجاؤ، اے سننے والو، کوشش کرو، کوشش کرو، اے غافل انسانوں!

ہر کہ عاقل تر وہوشیار تر است گو ہر وقت نگہ دار تر است

آفتیں اور خطرات اس سے بھی زیادہ ہیں، فقط چند نمونے پیش کردیئے ہیں تاکہ اس راہ پر چلنے والا، بصیرت وبینائی سے قدم اُٹھائے اور خود کو آفات وخطرات سے دُور رکھے۔

۲۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۱۵۳۔

ضائع شدہ لمحات

ایسے افراد کی تعداد کم نہیں جو زندگی کے اختتام کے نزدیک ہونے پر قیمتی لمحات کے ضائع و برباد ہو جانے پر رنج و افسوس کا اظہار کرتے ہیں لیکن اب پچھتاوا بے کار ہے اس لئے کہ گیا وقت پھر ہاتھ نہیں آتا، البتہ باہوش لوگ وقت کا صحیح مصرف کرتے ہوئے رضائے الٰہی کے حصول کی جستجو کرتے ہیں اور کم سے کم نقصان برداشت کرتے ہیں۔

حضرت علی علیہ السلام کے فرمانے کے مطابق : سب سے زیادہ نقصان اُٹھانے والا وہ آدمی ہے جو کہ جسم و جان کو مال اندوزی میں فرسودہ اور بوڑھا کر لے اور حالات اُس کی مرضی کے مطابق نہ بن سکیں اور وہ دُنیا سے حسرت و یاس کے ساتھ سرائے آخرت کی جانب روانہ ہو جائے (۱)

۱۔ انّ اخسر النّاس صفقة و اخیبهم سعیا رجل اخلق بدنه فی طلب ماله و لم تساعده المقادیر علی ارادته ،فخرج من الدنیا بحسرته (نہج البلاغہ، حکمت ۴۳۰)

جس کے لئے امکان عمل فراہم ہو لیکن اُس سے فائدہ حاصل نہ کر سکے، تو یہ عمر ہی اُس کے خلاف حجت و دلیل میں تبدیل ہو جائے گی اور وہ اپنے وجدان کے ساتھ، داور جہان کے روبرو، شرمندہ و محکوم ہو جائے گا اور یہ بزرگ ترین حسرت اُس کی عمر برباد و ضائع کی جانے والی گھڑیوں کی خاطر ہے۔

امام علی علیہ السلام ، نہج البلاغہ کے خطبوں میں سے ایک میں لوگوں کو اچھے کاموں کی دعوت میں فرماتے ہیں، یہ ایک گرانقدر وعظ و نصیحت ہے کہ جس کا خلاصہ اس طرح سے ہے:

اپنے مشغولیات زندگی کے ساتھ اپنی اَجل کی جانب جلدی کرو، اس جہانِ ناپائیدار سے، آخرت کا پائیدار سامان خرید لو۔ آمادۂ کوچ اور مرگ ہو جاؤ، اُن کی طرح بن جاؤ کہ جن کے لئے بیدار رہنے کے لئے اسباب مہیا کئے گئے ہیں اور وہ ہوش میں آچکے اور جان چکے ہیں کہ دُنیا اُن کے لئے رہنے والا گھر نہیں ہے۔ پس اُنھوں نے تبدیلی کے لئے اپنے آپ کو آمادہ کر لیا، خدا نے تمھیں بیکار پیدا نہیں کیا ۔ تمھارے بہشت یا جہنم پہنچنے کے درمیان کا فاصلہ موت ہے۔ اور وہ بالآخر ایسی مدت کہ جو پلک جھپکنے میں، ایک وقت اچانک، واقعاً مدت کوتاہ ہے! اس دُنیا فانی سے آخرت کیلئے ذخیرہ جمع کر لو تا کہ روز قیامت احساس تہی دست نہ ہو، یہ اُن کیلئے ہے جو موت کو بھول بیٹھے ہیں اور توبہ کو مؤخر کرتے رہتے ہیں۔

جب موت اُن پر آن کھڑی ہوتی ہے تو وہ توبہ سے قطعی طور پر غافل ہوتے ہیں۔ اور افسوس ہر غافل پر کہ اُس کی عمر اُس پر ہی حجت اور دلیل بن جاتی ہے، اُس کی عمر کے ایام ہی اُس کو بدبختی کی جانب لے جاتے ہیں(۱)

جوانی ایک ایسی گم شدہ نعمت ہے کہ ضعیفی آنے پر لوگ اُس کی دوبارہ تلاش میں لگ جاتے ہیں۔ جب کہ وہ ہرگز پلٹ کر آنے والی شے نہیں۔ بہار ہے کہ جا چکی ہے اور اَب خزاں ہے۔ اَب صرف اُس کی یاد باقی رہ گئی ہے۔ ایسی یاد جو حسرت وندامت کے ساتھ ہے ؎

بہ پیری رسیدم در اقصای یونان   کہ خم گشتہ بر خاک، از ناتوانی
بگفتم: چہ گم کردہ ای اندر این رہ؟   بگفتا: جوانی جوانی

زندگی کا وہی حصّہ قیمتی اور قابل قدر ہے جس میں عمل کا میدان ہو اور عمر کے لحظات کو اپنے اور معاشرہ کی سعادت کی راہ میں استفادہ کے طور پر استعمال کیا جائے اگر اس کے علاوہ عمر کو صرف کیا، تو وہ صرف خسارہ اور نقصان ہے۔

روزی کہ در آن نکردہ ای کار   آن روز ز عمر خویش مشمار

جس دن کو مفید اور کارآمد نہ بنایا، تو اُس دن کو اپنی عمر میں شمار نہ کرو۔

۱۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۶۲: (فاتقوا اللہ عباد اللہ و بادروا اجالکم باعمالکم و ابتاعوا ما یبقیٰ لکم بما یزول عنکم۔۔۔)

امام علی علیہ السلام اس حقیقت سے متعلق بیان فرماتے ہیں: **واعلم انّ الدنیا دار بلیّة لم یفرغ صاحبها فیها قط ساعة الّا کانت فرغته علیه حسرة یوم القیامة** (۱)

جان لو ! دُنیا آزمائش وبلا کا گھر ہے۔اس اندازے سے کہ دُنیادار کوئی بھی وقت بیکاری اور بے ثمر نہیں گذارتا،مگر وہی ضائع شدہ وقت روزمحشر باعث افسوس وحسرت ہوگا۔

دُنیا میں بھی عمر کے آخری حصّے میں انسان اپنی جوانی کے لمحات کوضائع کرنے پرحسرت کے آنسو بہاتا ہےاور قیامت میں بھی فرصت کے لمحات کوضائع کرنے پراُفسوس کرے گالیکن دُنیا میں نہ بوڑھے جوان ہونگے اورنہ ہی دُنیا سے جانے والے دوبارہ دُنیا میں آئیں گے کیونکہ آخرت حساب کے لئے ہے نہ کہ عمل کے لئے ہے ۔

دریغ فرّ جوانی، دریغ عمر لطیف　　دریغ صورت نیکو،دریغ حسن وجمال
کجاشدآن ہمہ خوبی کجاشدآن ہمہ عشق　　کجاشدآن ہمہ نیرو،کجاشدآن ہمہ حال(۲)

افسوس جوانی چلی گئی،عمر بھی ختم ہوئی،دمکتا چہرہ،حسن وجمال،کہاں ہیں وہ تمام

ا۔نہج البلاغہ،مراسلہ ۵۹۔
۲۔کسائی مروزی۔

رعنائیاں اور کہاں ہے وہ عشق ومحبت، کہاں گئی وہ تمام قوت، کہاں گیا وہ سب حال وچال۔

تمام علماء وعرفا اور اہل دل، عمر کے انجام کے بارے، جو عمر گذر چکی ہے، حسرت ویاس سے ذکر کرتے ہیں۔ یہ ہی علامت انتباہ و بیدار رہنے کی ہے۔ ورنہ مغرور وغافل ، پیری میں بھی خواب غفلت سے بیدار نہیں ہوتے اور اپنے میزان خسارت پر بھی ہرگز توجہ نہیں دیتے۔

ناگہاں خطرہ

شاید موت کی مانند کوئی بھی مسئلہ حتمی و قطعی نہیں ہے کہ عنقریب ہر ایک کے لئے موت کا فرشتہ آنے والا ہے۔ قرآن مجید کی تعبیر کے مطابق، ہر کوئی جام مرگ ضرور پیئے گا، **کل نفس ذائقة الموت** (۱)

مگر انتہائی حیرت یہ ہے کہ کوئی چیز موت کی مانند، مورد غفلت انسان کے لئے نہیں بنتی، یہ سب کچھ دیکھنے کے باوجود تمام افراد مر جائیں گے طبیعی موت بڑھاپے کی وجہ سے اعضاء جسم کام کرنا بند کر دیں گے یا بیماری کی وجہ سے یا اچانک موت سے، تصادف اور حوادث گونا گون کی وجہ سے، مگر انسان پھر بھی عبرت نہیں پکڑتا وہ سوچتا ہے گویا موت میرے علاوہ، سب کے لئے ہے۔

سب دُنیا سے چلے جائیں گے فقط میں باقی رہوں گا۔ حیرت یہ کہ جب موت پہنچ جاتی ہے، وہ بھی اکثر اچانک، کسی کو علم نہیں کہ وہ کب اور کہاں آ جائے۔

۱۔ سورہ عنکبوت ۵۷۔

اس لئے ہر انسان پر لازمی ہے کہ ہمیشہ اُس کے لئے آمادہ رہے ۔ ہمیں خبر نہیں ہے اگلی گھڑی کے بارے میں تو ضروری ہے کہ ہم غفلت سے عمر نہ گذاریں

وہ افراد بھی جو محض اس دھن میں ہیں کہ آج زندگی سے لذّت حاصل کرلیں کیونکہ بھرپور جوانی کی طاقت وقوت حاصل ہے اور سمجھتے ہیں کہ بہت وقت باقی ہے، جوانی گذر جائے گی تو، توبہ، دُعا اور استغفار کرلیں گے، مسجد آباد کریں گے، قضا شدہ عبادتیں ادا کرکے، خطاؤں کا ازالہ کرتے ہوئے نیک کاموں کو انجام دینے کا ثواب حاصل کریں گے۔ وہ کیسے جانتے ہیں کہ اس مرحلہ تک پہنچ سکتے ہیں؟ مگر یہ کہ اُنھوں نے اللہ تعالیٰ سے وعدہ لیا ہو یا کوئی ورقہ یا کوئی سَنَد لی ہو کہ ستّر سال عمر کریں گے ؟!

چند گوئی کہ بہ پیری رسم وتوبہ کنم؟ چہ کنی بہ جوانی بہ لحد درمانی (۱)

کیوں کہتے ہو کہ جب بوڑھا ہو جاؤں گا تو توبہ کرلوں گا۔ کیا کروگے اگر جوانی میں ہی قبر بسانا پڑ گئی؟

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں: **فبادروا العمل وخافوا بغتة الاجل** (۲) عمل کی جانب جلدی کرو اور ناگہاں موت کے پہنچنے سے ڈرو۔

وہ جوان جو کہ بہار زندگی میں اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں اور اپنے

۱۔ قبر وگور۔

۲۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۱۱۴۔

خاندان کوغمزدہ اورنوحہ کناں کردیتے ہیں تو یہ علامت ہے کہ سنت الٰہی وقانون حتمی مرگ ہے جو پیروجوان وفقیرومالدار مردوزن بدوزیبا کونہیں پہچانتی اور فارسی ضرب المثل کے مطابق '' شتری است کہ جلوی ہر خانہ ای می خوابد''

لیکن عاقل افراد، غافل لوگوں سے یہ فرق رکھتے ہیں کہ مستقبل کیلئے قطعی طور پر اپنے آپ کوآمادہ رکھتے ہیں اوراپنی عمراور جوانی سے پورا فائدہ حاصل کرتے ہیں۔

مگر غافل وجاہل لاپرواہی میں عمرکوگذارتے ہیں اوراچانک متوجہ ہوتے ہیں کہ عمر کے آخری حصّے میں پہنچ چکے ہیں اوراَب کسی کام کے لئے حوصلہ وتوانائی نہیں ہےتو مجبور ہوکر رخش عمرکوآخری منزل کے حوالے کردیتے ہیں ۔

گرگ اجل، یکا یک ازاین گلّہ می برد این گلّہ رابہبین کہ چہ آسودہ می چرد

موت کا بھیڑیا،اچانک اس گلّہ کوکھاجائے گامگراس گلّہ کودیکھواِس کے باوجود کتنی آسودگی سے چررہاہے!

حضرت امیرعلیہ السلام نے اپنےفرزندکونصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

بیٹے !موت کوزیادہ یادرکھواور جوموت کے بعدتمھارے سامنے پیش آنے والا ہےایسے رہوکہ جب موت تمھارے سراغ میں آئے ،توتم غفلت کی حالت میں نہ ہو،اپنے آپکو ہمہ وقت تیاروآمادہ رکھو،ایسے نہ بننا کہ اچانک وہ تمہارے سراغ

میں آجائے اورتم پر غلبہ اور تسلط حاصل کرلے (۱)

اچانک موت کا آجانا اور عمر کا واپس پلٹ کر نہ آنا ایسی ناگزیر حقیقت ہے کہ انسان کوشش وتلاش کو جاری رکھے اور خسارے اور حسرت کو اپنے سے دُور رکھے

برلب جوی نشین وگذر عمر ببین کاین اشارت زجہان گذران مارابس (۲)

امیرالمومنین علی علیہ السلام کے بیان میں: **مافات امس من العمر لم یزج الیوم رجعته** (۳) عمر جو گذر چکی ہے، اُس کے بازگشت کی کوئی اُمید نہیں ہے۔

اس بناپر، زندگی کی ہر گھڑی سے استفادہ کرنے کے لئے ضروری ہے کہ راہ اجل میں ہمیشہ اپنی آنکھیں کھول کر رکھیں اور ہمیشہ اس طرح سمجھا جائے کہ وقت کم ہے اور کام بہت زیادہ ہے ، گذرتی ہوئی فرصتوں میں شاید اچانک وہ وقت کہ جس کو ہم نہیں جانتے آجائے اور عمر کی ڈوری کٹ جائے پھر ہرگز فرصت و مہلت نہ ہوگی کہ ہم گذرے ہوئے وقت کا ازالہ کرسکیں۔ پس ضروری ہے ابھی سے کوشش وتلاش کریں اور آمادہ ہوجائیں، مرحلہ موت سے پہلے، راستہ کا ذخیرہ جمع کرلیں۔

۱۔ نیز، مکتوب ۳۱ امام حسن علیہ السلام کو (یا بنیّ اکثر من ذکر الموت و ذکر ما تهجم علیه...)

۲۔ حافظ

۳۔ نہج البلاغہ خطبہ ۱۱۴۔

آجاؤ کہ ہم سفر کے لئے ذخیرہ جمع کرلیں

اور پھر اس راہ پر چل پڑیں کہ جس میں واپسی نہیں ہے

نہج البلاغہ میں اس طرح آیا ہے۔

من ارتقب الموت سارع الی الخیرا ت (۱)

جو موت کے انتظار میں رہتا ہے تو وہ نیک کاموں میں جلدی کرتا رہتا ہے۔

موت انسان کو نا اُمید اور بے عمل نہیں بناتی بلکہ اُس کی یاد سے انسان میں حوصلہ پیدا ہوتا ہے کہ محدود وقت میں زیادہ فعالیت کرے، اس میں بہتر اور بیشتر سرمایۂ عمر سے استفادہ کرسکے (البتہ یہ فرصت بالآخر ختم ہونے والی ہے، یہ دن ہمیشہ نہیں ہے)

امام علی علیہ السلام واپسی کے منتظر، خداترس اور اولیاء الٰہی کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: **استقربوا الاجل فبادروا العمل**۔۔۔(۲)

موت کو نزدیک پاتے ہیں تو وہ عمل کی جانب تیزی سے دوڑتے ہیں۔

مولا علی علیہ السلام کے اسی مضمون میں ہم آگے جا کر دیکھتے ہیں کہ آپؑ اسی طرح گوہر افشانی کرتے ہیں: دُنیا نے اپنے تیروں کو کمان میں آمادہ کر رکھا ہے

۱۔ نہج البلاغہ حکمت ۳۔

۲۔ نیز، خطبہ ۱۱۴۔

اورنشانہ کی گھاٹ میں ہے اور اُس کا نشانہ کبھی خطانہیں جاتا زندوں کو مار دیتا ہے اور صحیح وسالم افراد کو بیمار کر دیتا ہے۔ کس قدر کھانے والا ہے کہ سیر نہیں ہوتا اور کس قدر پینے والا ہے کہ سیراب نہیں ہوتا ۔ کتنے ہی لوگ ہیں جو چیزیں جمع کرتے ہیں مگر استعمال کی نوبت نہیں آتی۔

گھر بناتے ہیں مگر سکونت کرنے کی فرصت نہیں ملتی اور اِس دُنیا سے کوچ کرنا پڑتا ہے اور پیش خداوند جانا پڑتا ہے۔اس حالت میں کوئی ثروت ساتھ نہیں لے جاسکتے اور نہ ہی اپنے گھر کو آخرت کے لئے منتقل کر سکتے ہیں۔۔۔۔(۱)

امام عارف وبصیر موعظہ فرماتے ہیں: **فتنفّسوا قبل ضیق الخناق** (۲) جب تک تنفس جاری ہے سانس لیتے رہو۔

ای کہ پنجاہ رفت درخوابی   مگراین چندروزہ دریابی

زندگی کے ماہ وسال گذرنے سے ہماری عمر میں اضافہ نہیں ہو رہا بلکہ ہماری عمر میں کمی واقع ہو رہی ہے اور ہر روز ہمارا قدم آخری منزل کے نزدیک تر ہو رہا ہے اور ہر لحظہ دُنیا کی فرصت کے آخری مراحل سے ہمیں نزدیک کر رہا ہے۔

نہج البلاغہ کی بڑی دلچسپ تعبیر کے مطابق: **نفس المرء خطاه الی اجله** (۳)

ا۔نہج البلاغہ،خطبہ۱۱۴(انّ الدهر موتر قوسه ،لاتخطئی سهامه۔۔)

۲۔نیز،خطبہ ۹۰۔

۳۔نیز،حکمت ۷۴۔

انسان کا ہر آنے والا نفس، اُس کا موت واَجل کی طرف قدم اُٹھانا ہے!

تعجب ہے ہر روز وقت تنگ تر ہوتا جا رہا ہے اور فرصت کے اوقات کم تر ہوتے جا رہے ہیں۔ پس جتنا بھی، اور جلدی ہو سکے، کوشش وتلاش کے ساتھ اپنی عمر سے فائدہ اُٹھائیں تا کہ تباہی سے خود کو روک سکیں۔

وقت بہت کم ہے!

زادراہ

دُنیا کی محدود زندگی ایک میدان عمل ہے، جہاں حیاتِ ابدی اور بارگاہِ الٰہی میں حضوری کے لئے خود کو آمادہ کرنا ہے ۔دُنیاوی امکانات ایسے وسیلے ہیں جن سے خانۂ آخرت آباد کیا جائے. ہمارے آگے طولانی راستہ ہے اس میں خطرناک اور پیچیدہ موڑ ہیں، گذرگاہیں ہولناک اور زمانہ طولانی ہے، ہمارے پاس صرف اتنی فرصت ہے کہ آخرت کے لئے سامانِ سفر تیار کرلیں، تو اِس گذرگاہ سے عبور کرنا ہمارا آسان تر ہوجائے گا اور ہم خالی ہاتھ نہ جائیں گے۔

ایک گروہ فقط دُنیا میں اِس کی لذّات کے بارے میں سوچتا ہے اور اُس سے استفادہ کرنے میں مگن ہے، بہ تعبیر نہج البلاغہ ''تمتّع'' کرنے والے۔

اور دوسرا گروہ دُنیا سے آخرت کے لئے اور زمانہ حال سے مستقبل کے لئے اور اس مرحلہ فانی سے اس مرحلہ باقی کے لئے سامان اکٹھا کرتے ہیں اور مولا علی علیہ السلام کے مطابق یہ گروہ اہل ''تزوّد'' ہیں۔

نہج البلاغہ میں بار بار زادِراہ کا ذکر ہوا ہے ۔حضرتؑ راہ حق کے مسافروں کو مکرّر نصیحت فرماتے ہیں: آخرت کے زادراہ سے غفلت میں نہ رہنا جہاں تک ہو سکے، دُنیا کو آخرت کے لئے تبدیل کریں، یہاں کے امکانات اور وسائل جو میسّر ہیں (زندگی کے لمحات) آخرت کے گھر کو آباد کرنے کے لئے اور وہاں کی رفاہ و آسائش کے لئے اسباب جمع کرلیں۔

آپؑ حسرت ناک لہجے میں طولانی راستے اور کمی توشہ کے بارے میں کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

آہ! من قلة الزاد وطول الطريق وبعد السفر وعظيم المورد(۱)

آہ! زادراہ بہت کم اور طویل راستہ ہے دراز سفر اور قیامت کا ہولناک وقوع۔

اپنے فرزند گرامی امام حسین علیہ السلام کو نصیحت فرماتے ہیں: جان لو کہ تمہارے سامنے سخت راستہ ہے ایسا کہ جو طولانی اور پُر مشقّت ہے اور اس وقت تم نیاز مند ہو کہ خود کو اچھے انداز سے مقصد تک پہنچاؤ، اور وہاں تک پہنچانے کیلئے جو اندازہ ہوگا اُسی کے مطابق زادِراہ لے لو(۲)

۱۔ نہج البلاغہ، کلام حکمت ۷۷

۲۔ نیز، مکتوب ۳۱

ایک اورمقام پراس زادِراہ کے لئے اس طرح تاکیدفرماتے ہیں:**فتزوّدوا فی ایام الفناء لایّام البقاء**(۳)

زمانے کے ناہموارحالات واوقات میں سے پائیداراورجاودان زندگی کے لئے زادِراہ کاذخیرہ کرلو۔

آپؑ ایک اورجگہ فرماتے ہیں: جدوجہد کروخودکوآمادہ کرلوکہ اس منزل سے جہاں زادِراہ موجود ہے، وہاں کے لئے زادِراہ ساتھ لےلو(۴)

مگریہ زادراہ کیاہے؟اورعمرسے زادِراہ،آخرت کے لئے کیسے لیناہے؟

جب کوئی میسّر شدہ حالات کواللہ تعالی کی راہِ اطاعت اورخدمتِ خلق میں انجام دینے میں، واجبات پرعمل کرنے اورمحرمات سے پرہیزکرنے میں گذارے تو یہ سب اُس کے لئے زادِراہ آخرت ہے، جونیک اعمال کی صورت میں نظرآئے گا وہاں یہ نہیں پوچھاجائے گاکہ کیاچھوڑکرآئے ہو؟ بلکہ پوچھاجائے گاکیالے کر آئے ہو؟

جس کے پاس بھی اعمال صالح،تقویٰ اورخداترسی کاذخیرہ زیادہ ہوگاتواُس کا

۳۔نہج البلاغہ،خطبہ ۱۵۷۔

۴۔ فعلیکم بالجدّ و الاجتهاد و التأهّب و الاستعداد و التزوّد فی منزل الزّاد (نیز،خطبہ ۲۳۰)

ہاتھ پُر اور سایۂ رحمت اُس پر زیادہ ہوگا۔ یہ وہی تقویٰ ہے جو حضرت علیؑ کے کلام میں بہترین زادِراہِ آخرت، شمار ہوتا ہے۔

امام علی علیہ السلام ایک اور وعظ اور نصیحت کے موقع پر، آخرت کی طرف توجہ دینے، قبر میں مردوں کے حالات بتاتے ہوئے، عالم برزخ میں سخت حساب و کتاب کی شرائط اور قیامت سے متعلق فرماتے ہیں: اگر اہل قبور اور قبروں میں سونے والوں کو اجازت دے دی جاتی کہ تم زندہ لوگوں سے کلام کرو تو وہ اپنے پیام میں کہتے: اِس دُنیا سے ہم خبر دے رہے ہیں کہ بہترین زادِراہ، یہاں کے لئے تقویٰ ہے(۱)

اگر انسان متوجہ ہو جائے کہ وہ اس دُنیا میں ایک مسافر ہے جو گذرتے ہوئے لمحات کی سواری پر سواری ہے اور راہ آخرت اُس کے سامنے ہے اور اُس کا راستہ وہاں کے لئے بہت طولانی ہے اور اِس مرکب سے استفادہ بہت محدود ہے یعنی صرف موت کا وقت آنے تک، جو آخرت کی پہلی منزل ہے، تو اِس آگاہی اور شناخت کے ساتھ بہتر یہ ہے کہ زادِراہ کو زیادہ سے زیادہ اِس سفر طولانی کے لئے جو پُرخطر ہے، لے لے۔

ضروری یہ ہے کہ انسان وقت کی سواری کو قابو کر کے اِس کو آئندہ کے لئے

۱۔ نہج البلاغہ، حکمت ۱۳۰

صحیح طریقے پر چلانے کے لئے، دُرست طریقے سے مہار پکڑے، اگر اِس طرح کیا تو منزل پر پہنچنے کی زیادہ اُمید ہوجائے گی۔

امام علی علیہ السلام نے اپنے طولانی خط میں، اپنے فرزند امام حسن علیہ السلام کو اس حقیقت کے بارے میں اس طرح اشارہ فرمایا ہے :

واعلم یا بنیّ ان من کانت مطیّتة اللیل و النهار ،فانه یساربه و ان کان واقفا و یقطع المسافة و ان کان مقیما وادعاً (۱)

میرے بیٹے! جان لو کہ شب و روز سواری کی مانند ہیں اور دائم حرکت میں ہیں، ممکن ہے خود مسافر کہیں ساکن ہو مگر سواری متحرک ہے۔

اگر ہم دُنیا کو گذرگاہ (قبر) اور آخرت کو منزلِ اَبدی جانیں گے تو یقیناً اِس گذرگاہ سے اُس قرارگاہ کے لئے زادِراہ ضرور لے لیں گے۔

حضرت علی علیہ السلام نے اپنے ایک اور کلام میں اِس نکتہ پر اِسطرح وصیّت فرمائی ہے: دنیا گذر جانے والی جگہ ہے اور آخرت مستقل مکان ہے۔ پس اِس گذرگاہ سے اُس قرارگاہ کے لئے توشہ لو۔

خذوا من ممرّکم لمقرّکم (۲)

۱۔ نہج البلاغہ، مکتوب ۳۱

۲۔ نیز، خطبہ ۲۰۳

حضرت علیؑ نے اپنی سپاہ اور جانثاروں کو بہت زیادہ تاکید کی ہے: اللہ تعالیٰ کی رحمت تم سب پر ہو۔ تمام ساز و سامان کے ہمراہ ہر وقت، اپنی سواریوں کے ساتھ آمادہ رہو، کوچ کی آواز بلند ہو چکی ہے، دُنیا سے زیادہ دل نہ لگاؤ اور اس سے وابستہ نہ رہو، بہترین زادِراہ کیساتھ مقصد کی جانب حرکت کرو تمہارے سامنے سخت ترین موڑ اور ہولناک منزلیں ہیں کہ لازمی ہے کہ اُس سے گذرو اور اُن ٹھکانوں پر ٹھہرو(۳)

جیسے کہ اشارہ کیا گیا، خداترسی و تقویٰ و اعمال صالح کو اپنی مدّتِ عمر میں انجام دینا ہے۔ یہ بہترین زادِراہ ہے، جو اِس پُر خطر راستے کے لئے ہے۔
مخلصانہ نیت کے ساتھ خرچ و انفاق کرنا اور صدقات کو حاجت مندوں میں تقسیم کرنا، اور غریبوں کی مالی مدد کرنے کے بارے میں بہت تاکید کی گئی ہے۔ لطف پروردگار ہے کہ حاجت مند اور سائل کی مدد کے لئے جو بھی خرچ ہوگا، وہ آخرت کے صندوق میں ذخیرہ بنے گا اور سب وہاں کہ نیاز مند ہیں کیونکہ وہاں ہمیں لوٹا دیا جائے گا، یہ بھی ایک توشہ ہے جو کہ اس راہ میں لیا جاتا ہے۔
امام علی علیہ السلام نے اس حقیقت کے بارے میں اشارہ فرمایا ہے:
جب بھی کہیں حاجت مندوں کو پاؤ تو سامان کو اپنے کندھوں پر اُٹھا کر اُن کے

۳۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۲۰۴

لئے لے چلو کہ جیسے اِس دُنیا سے اُس دُنیا کے لئے بھیج رہے ہو ، یہ تمھیں وہاں پر لوٹا دیا جائے گا، کیونکہ تمھیں وہاں اِس کی شدید ضرورت ہوگی ، پس غنیمت جانو اور جتنی طاقت ہے، اُسی کے مطابق توشۂ آخرت کو اپنی دوش پر رکھ لو۔۔۔(۱)

آنحضرتؑ کا مقصد یہ ہے کہ دُنیا میں، تمام عمر، تندرستی اور توانگری کے موقع پر جتنا ہوسکتا ہے غریبوں اور فقیروں کی مدد کرو کہ آخرت میں تم اِس سب کو دریافت کرلوگے ۔

تو نیکی می کن و در دجلہ انداز   کہ ایزد در بیابانت دھد باز

۱۔ نہج البلاغہ، مکتوب ۳۱ (واذا وجدت من اهل الفاقة من يحمل لک زادک الی یوم القیامه فیوافیک به غداً حیث تحتاج الیه فاغتنمه و حمّله ایّاه و اکثر من تزویده و انت قادر علیه)

نصیحت آخر۔۔۔

نہج البلاغہ سے اگر چاہیں تو بہت سے درس اور نصیحتیں حاصل کر سکتے ہیں جو مفید اور کامیاب زندگی گذارنے کے لئے کارآمد ہے۔اس مختصر کتاب کے آخر میں، امیرالمومنین علی علیہ السلام کے ایک جامع موعظہ سے، پوری طرح استفادہ کے لئے پیش کرتے ہیں۔

اس موعظہ لئے سید رضی (مؤلف نہج البلاغہ) نے کہا ہے: اگر اس کتاب میں، اِس کے علاوہ کچھ اور نہ ہوتا کیونکہ یہ بعنوان نصیحتِ اثر گذار، حکمت تاثیر انگیز اور بصیرت وعبرت انگیز ہے اور اہل فکر ونظر کے لئے یہی کافی تھا۔

کسی نے حضرت علی علیہ السلام سے نصیحت کی فرمائش کی تو آپؑ نے موعظہ کے یہ موتی پیش کردیئے ۔

دُنیا میں باتیں زہد و پارسائی کی کرتے ہیں مگر عملاً دُنیا کے پیچھے بھاگتے رہتے ہیں۔

اگراُن کو دُنیا دے دیں تو سیر نہیں ہوتے اور اگر نہ دیں تو قناعت نہیں کرتے.

جواُن کے پاس ہے اُس کے شکر میں ناتوان ہیں لیکن ہمیشہ طمع وحرص اُن میں رہتا ہے۔

دوسروں کو بُرے عمل سے منع کرتے ہیں لیکن خود ترک نہیں کرتے ،خوبیوں کا حکم دیتے ہیں لیکن خود انجام نہیں دیتے۔

نیک لوگوں کو پسند کرتے ہیں مگر اُن جیسے کام نہیں کرتے ،گنہ گاروں کو دشمن رکھتے ہیں جبکہ وہ خود بھی اُن میں شامل ہیں۔

گناہوں کی کثرت کی وجہ سے اپنی موت کو پسند نہیں کرتے ،مگر پھر بھی گناہوں سے باز نہیں آتے۔

اگر بیمار پڑ جائیں تو پشیمان ہوجاتے ہیں اور جب تندرست ہو جائیں ،تو دوبارہ عیش وعشرت میں مشغول ہوجاتے ہیں۔

جب مصیبت میں گرفتار ہوجائیں تو اللہ کے حضور نالہ وزاری کرتے ہیں مگر آرام و دولت حاصل ہونے پر مغروراور سرکشی اختیار کر لیتے ہیں۔

اپنی خواہشات کے بارے میں ،نفس اُن پر غالب ہے،اور جو امر یقینی ہے (مرگ وقیامت کا) نفس پر غلبہ پانے کی کوشش نہیں کرتا۔

دوسروں کے چھوٹے گناہوں سے اور خود اپنے عمل سے زیادہ، جزا کے

اُمیدوار ہیں۔

جب بے نیاز ہوتو سرکشی کرتے ہوئے خوف محسوس نہیں کرتا اور جب فقیر ہو جائے تو مایوس اور سست ہوجاتا ہے۔

عمل میں کوتاہی کرتا ہے اور مانگنے میں اصرار کرتا ہے، اگر نفسانی خواہشات غالب ہوں تو گناہ کی پرواہ نہیں کرتا اور توبہ کرنے میں تاخیر کرتا ہے۔

اگر تنگدستی اور سختی میں گرفتار ہوجائے تو آئین دین داری سے دُور ہوجاتا ہے۔

عبرت کی تعریف وتوصیف کرتا ہے مگر خود عبرت نہیں پکڑتا۔

دوسروں کو بہت نصیحت کرتا ہے مگر خود نصیحت پر عمل نہیں کرتا۔

زیادہ بولنا، کم عمل کی نشانی ہے۔

وہ جو فانی ہے اُس کیلئے جلدی کرتا ہے اور جو باقی ہے اس سے کاہلی برتتا ہے.

فائدہ کو نقصان سمجھتے ہیں اور نقصان کو فائدہ تصور کرتے ہیں۔

موت سے ڈرتے ہیں لیکن سنہری لمحات کو ضائع کرتے ہیں۔

دوسرے کے گناہ کو کبیرہ سمجھتے ہیں اور اِسی گناہ کو اپنے لئے صغیرہ جانتے ہیں.

اپنی اطاعت کو بہت زیادہ سمجھتے ہیں اور وہی دوسرے کیلئے ناچیز جانتے ہیں.

لوگوں کو کسی چیز کا طعنہ دیتے ہیں اور اسی چیز کو اپنے لئے دُرست سمجھتے ہیں۔

فقراء کی ہم نشینی سے زیادہ، سرمایہ داروں میں سرگرم رہتے ہیں۔

اپنے فائدہ کے حصول کی خاطر دوسروں پر حکم چلاتے ہیں لیکن دوسروں کے فائدے کے لئے خود نقصان برداشت کرنے پر تیار نہیں۔

دوسروں کے لئے راہنما ہیں مگر اپنا راستہ گم کر بیٹھے ہیں۔

اپنا حکم چلاتے ہیں مگر وہ خود نافرمان ہیں۔

اپنے حق کو مکمل چاہتے ہیں لیکن دوسروں کے حق کو کامل نہیں دیتے۔

لوگوں سے ڈرتے ہیں لیکن راہِ خدا میں نہیں، البتہ لوگوں کی اطاعت کے راستے میں، خداوند سے نہیں ڈرتے (۱)

اِس اُمید کے ساتھ کہ زندگی، ہستی وجود اور میسّر اوقات جیسی نعمتوں اور قوتِ جوانی کی قدروں کو جانیں اور عمل صالح کے ساتھ شکرگذار نعمتِ حق بنیں !

از نسیمی دفتر ایّام، برھم می خورد　　از ورق گردانی لیل ونہار اندیشہ کن (۲)

زندگی اور شب و روز کی یہ فضاء ایک دن برہم ہو جائے گی، لہٰذا غور و فکر کے ساتھ اچھے اعمال کا ذخیرہ کرنے کا بندوبست کرلو۔

والسلام

۱۔نہج البلاغہ، حکمت ۱۵۰۔

۲۔صائب تبریزی۔